مدینۃ المسیح

شملہ کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالٰے کی طبیعت پہاڑی راستہ کے چکروں کی وجہ سے دوروز ناساز رہی۔ لیکن اب اللہ تعالٰے کے فضل سے آرام ہے ::

مسجد اقصٰی کے پاس ہندوؤں کا جو ایک بڑا مکان ہے اس کا ایک حصّہ پراویڈنٹ فنڈ کمیٹی کے قبضہ میں آگیا ہے جس میں تالیف و تصنیف کا دفتر منتقل ہوگیا ہے ::

مولوی عبدالرحمٰن صاحب بوتالوی بھلو لپور ضلع گورداسپور تبلیغ کے لئے روانہ کئے گئے ::

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یسوع کا ابن اللہ ہونا کونسی منطق ہے

(آج سے پورے ۳۲ سال قبل ۲۳ اگست ۱۸۹۸ء)

"ایک طرف تو یہ پادری لوگ کالجوں اور سکولوں میں فلسفہ اور منطق پڑھاتے ہیں۔ دُوسری طرف مسیح کو ابن اللہ اور اللہ مانتے ہیں۔ اور تثلیث وغیرہ عقائد کے قائل ہیں۔ جو سمجھ ہی میں نہیں آتا۔ کہ کیونکر اس کو فلاسفہ سے مطابق کرتے ہیں۔ انگریزی منطق کی بنا تو منطق استقرائی ہی پر ہے۔ پھر یہ کونسا استقراء ہے۔ کہ یسوع ابن اللہ ہے۔ کونسی شکل پیدا کرتے ہونگے۔ یہی ہوگا کہ مثلاً اس قسم کے خواص جن لوگوں کے اندر ہوں۔ وُہ خدا۔ یا خُدا کے بیٹے ہوتے ہیں۔ اور مسیح میں یہ خواص تھے۔ پس وُہ بھی خُدا یا خُدا کا بیٹا تھا۔ اس سے تو کثرت لازم آتی ہے۔ جو محال مطلق ہے۔ میں تو جب اس پر غور کرتا ہوں۔ حیرت بڑھتی ہی جاتی ہے۔ نہیں معلوم یہ لوگ کیوں نہیں سوچتے ::

اسلام کے پاک اصُول ایسے نہیں ہیں۔ کہ فلسفہ یا استقراء کی محک پر بھی کامل الاعتبار ثابت نہ ہوں۔ بلکہ میں نے بارہا غور کی ہے۔ کہ قرآن کریم کی نسبت آیا ہے۔ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ پ ۲۷۔ یہ کتاب مکنُون زمین اور آسمان کی چھپی ہُوئی کتاب ہے۔ جس کے پڑھنے پر ہر شخص قادر نہیں ہوسکتا۔ اور قرآن کریم اسی کتاب کا آئینہ ہے۔ اور قرآن نے وُہی خُدا دکھایا ہے۔ جس پر آسمان اور زمین شہادت دیتے ہیں۔ مگر یہ اُنیس سو برس کا تراشا ہُوا جعلی مُردہ خُدا کس سند اور شہادت پر خُدا بنایا گیا ہے۔ پس یہ اسلام ہی کی خوبی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فخر ہے۔ کہ وُہ ایسا دین لیکر آئے۔ کہ جو ہمیشہ سے ہے۔ اور جسکی تعلیم زمین اور آسمان کے اوراق میں بھی کھلے طور پر موجود ہے" (الحکم ۲۷ اگست ۱۸۹۸ء)

اسلامی ممالک کی خبریں اور اہم کوائف

ترکی سرحد پر کردوں کی بغاوت

سابقہ حالات کے خلاف اب یہ رپوٹر نے یہ خبر دی ہے۔ کہ ایرانی حکومت اُن قبائل کے خلاف جو ترکی سرحد پر کرد باغیوں کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں۔ جنگی کارروائی کر رہی ہے۔ ان کا سلسلہ رسل و رسائل مسدود کر دیا ہے۔ تاکہ وہ کوہ اراراٹ کے باغیوں کو مدد نہ پہونچا سکیں۔

باغیوں کے ساتھ ایرانی فوج کی باقاعدہ جنگ بھی ہوئی جس میں بہت سے باغی سردار مارے گئے۔ اور زبردست نقصان اٹھانے کے بعد وہ منتشر ہو گئے۔

انگورہ ۱۴ راگست۔ حکومت ترکی کا سرکاری اخبار لکھتا ہے ترکی حکومت نے گورنمنٹ ایران سے استدعا کی ہے۔ کہ باغیوں کے خلاف دونوں حکومتیں مل کر مشترکہ کارروائی کریں۔ تاکہ ان باغیوں کو جو ایرانی اور ترکی حدود پر بغاوت کر رہے ہیں کافی سزا دی جائے۔ اس کے صلہ میں ترکی نے ایران کو اپنی سرحد کا جنوبی علاقہ پیش کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ترکی فوج نے جن ایرانی سرحدی علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے ان کی بجائے حکومت ایران ترکی کے دوسرے سرحدی علاقے تبادلہ میں دے دے۔ کیونکہ ترکی حکومت کے لئے ان علاقوں پر قابض رہنا بغاوت کی روک تھام کے لئے ضروری ہے۔

افغانستان میں ریلوے لائن کی تعمیر

امان اللہ خان سابق والئی کابل نے افغانستان میں ریل جاری کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اس غرض کے لئے ایک جرمن فرم کو ٹھیکہ بھی دیا گیا تھا۔ لیکن بغاوت کی وجہ سے کام جاری نہ ہو سکا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ موجودہ والئی کابل نے سابقہ شرائط پر ہی اس ٹھیکہ کو منظور کر لیا ہے۔ اور جرمن انجنیروں کی ایک پارٹی عنقریب کابل اس مقصد کے لئے آنے والی ہے۔

ترکی میں مساجد کا انہدام

قاہرہ (مصر) کا اخبار "المقطم" اپنے خاص نامہ نگار کی اطلاع پر لکھتا ہے۔ ترکی میں اسی مسجدیں گرا دی گئی ہیں۔ ترکی حکومت کے محکمہ اوقاف نے اس کی وجہ نمازیوں کی قلت بیان کی ہے اور لکھا ہے۔ چونکہ یہ مساجد ویران تھیں۔ اس لئے گرا دی گئیں۔ جمعیۃ شبان المسلمین قاہرہ نے جس میں مختلف بلاد عرب کے نمائندے بھی شریک تھے۔ ترکی حکومت کی اس کارروائی کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے۔ اور اسلامی حکومتوں۔ اور مسلمانانِ ہند کو احتجاجی تار روانہ کئے ہیں۔ کہ وہ اس کے خلاف پروٹسٹ کریں۔

آستانہ سے "المقطم" کا نامہ نگار خصوصی لکھتا ہے۔ کہ اس سے ترکی حکومت کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ مذہب اس کی سیاست پر قطعاً اثر انداز نہیں۔ اس وجہ سے اس نے مساجد کے انہدام کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ نامہ نگار کا خیال ہے۔ کہ انہدام مساجد کی ذمہ داری محکمہ اوقاف پر ہے۔ جس نے صدر جمہوریہ سے انہیں منہدم کرنے کی منظوری حاصل کی۔ اور ظاہر کیا کہ ان مساجد کی کوئی ضرورت نہیں۔

یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کی آبادی

خالد شیلڈرک صاحب برطانوی نومسلم نے مغرب میں مسلمانوں کی آبادی کے متعلق حسب ذیل معلومات بہم پہونچائے ہیں:

جزائر برطانیہ کلاں کے صوبہ ویلز کے شہر کارڈف میں دس ہزار مسلمان آباد ہیں۔ جن میں زیادہ تر عرب ہیں۔ لیکن سماٹری جاوی اور ہندوستانی مسلمانوں کی بھی کافی تعداد ہے۔ ساؤتھ شیلڈ میں ترک۔ مصری۔ عرب اور ملایا کی مخلوط مسلم آبادی ہے یہاں ویسٹرن اسلامک ایسوسی ایشن کی ایک شاخ ہے۔ جو مساجد اور مدرسہ بنوانے کے لئے زمین خریدنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ یہاں مسلمانوں کی دوکانیں بھی ہیں سنڈر لینڈ۔ نارتھ شیلڈز۔ نیوکاسل اور لورپول میں بہت سے مسلمان آباد ہیں لندن کے مشرقی علاقے میں تین سو مسلم خاندان مستقل طور پر آباد ہیں:

فرانس میں اسی ہزار مسلمان آباد ہیں۔ جو سب کے سب تعلیم یافتہ ہیں۔ بلجیم میں پانچ ہزار مسلمان رہتے ہیں۔ جو زیادہ تر کارخانوں میں ملازم ہیں۔ روس کی تازہ مردم شماری کے مطابق وہاں ایک کروڑ اسی لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ آسٹریلیا میں افغانوں کی تعمیر کردہ ۲۰ مساجد اور ۳۹۰۸ مسلمان آباد ہیں۔ یہ تعداد صحیح آبادی سے کم معلوم ہوتی ہے۔

امریکہ شہر نیویارک۔ فلاڈلفیا۔ شکاگو۔ بوسٹن۔ ڈیٹرائٹ وغیرہ میں ہزارہا مسلم آباد ہیں۔ مشہور مالک کارخانہ موٹر سازی مسٹر فورڈ کی فیکٹریوں میں کئی ہزار مسلمان کام کرتے ہیں۔ میکسیکو میں چار ہزار مسلمان ہیں۔ جن میں زیادہ تر عرب ہیں۔

جنوبی امریکہ کے شہر کیوبک میں تین ہزار مسلمان ہیں۔ یہ برازیل میں چالیس پچاس ہزار مسلمان ہیں۔ اس علاقہ میں مسلمانوں کے کئی اخبار شائع ہوتے ہیں۔ جمہوری ریاست ارجن ٹائن سے مسلمانوں کے چھ عربی اخبار نکلتے ہیں:

ڈچ گائنا میں ۶۰ ہزار کے قریب مسلمان ہیں۔ جاوا کے مسلمانوں کے ساتھ یہاں کے مسلمانوں کے گہرے تعلقات ہیں۔ فرانسیسی گائنا میں تقریباً ۷ ہزار اور برٹش گائنا میں اٹھارہ ہزار مسلمان آباد ہیں۔ جو ویسٹرن اسلامک ایسوسی ایشن کی کوشش اور تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ جزیرہ ٹرینیڈاڈ میں ۱۷ ہزار مسلمان بستے ہیں۔ افریقہ کے وحشی رفتہ رفتہ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اس علاقہ کے جزیرہ جمیکا میں پانچ ہزار مسلمان رہتے ہیں۔ جزیرہ نیوگنی میں پانچ ہزار اور فجی میں تین ہزار مسلمان ہیں۔ فجی کے مسلمانوں میں مذہب سے بہت دلچسپی پائی جاتی ہے۔ اور وہ ہندوستان سے مولوی بلاتے رہتے ہیں:

شاہانِ کابل و ایران میں دوستانہ خطوط کا تبادلہ

دار الحکومت کابل کے سرکاری اخبار "اصلاح" نے اپنے ایک تازہ پرچہ میں والئی کابل اور والئی ایران کی دوستانہ خط و کتابت شائع کی ہے جو حال ہی میں ہوئی ہے:

شاہ کابل نے برادر محترم و دوست عزیز مکرم من کے خطابات کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے میری بڑی خوش قسمتی ہے۔ کہ جناب والا کی خدمت میں اپنی محبت و اخوت کا اظہار کر رہا ہوں۔ میں اسلام کا ایک فرد ہونے کے لحاظ سے ہمیشہ اس امر کا متمنی رہا ہوں کہ دولت علیہ ایران کو جو افغانستان کی ہمسایہ سلطنت ہے۔ خوشحالی اور ترقی کے راستہ پر گامزن ہوتا دیکھوں۔ الحمد للہ میری یہ آرزو بر آئی ہے۔ اور میں جناب والا کو اقتدار ایران کے عظیم الشان مقصد میں حسب مراد کامیاب و کامران دیکھتا ہوں:

مجھے کامل امید ہے۔ کہ جناب کی عظیم القدر شخصیت کی بدولت ایران اور افغانستان میں رابطۂ محبت نہ صرف قائم رہیگا۔ بلکہ روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائیگا۔ اور جناب والا اپنی خاص توجہ سے اس رشتہ کو جو مذہب نسل اور زبان کے لحاظ سے دونوں حکومتوں کے درمیان ہے۔ برقرار رکھیں گے۔ میری ہمیشہ خواہش رہی ہے۔ کہ میرا عزیز وطن ترقی کرے۔ اور اس کا رشتہ دولت ایران سے مستحکم ہو جائے۔ چونکہ میری اور جناب کی فوجی زندگی یکساں گذری ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے۔ کہ ہماری برادرانہ خط و کتابت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا۔

اس کے جواب میں شاہ ایران نے برادر محترم عزیز کے القاب کے بعد لکھا:-

آپ کا مکتوب گرامی اور محبت نامہ موصول ہوا جس سے مجھے بیحد مسرت حاصل ہوئی۔ افغانستان کی عنانِ حکومت کا جناب کے ہاتھ میں آجانا ایک بہت مبارک بات ہے جس کا میں عرصہ سے متمنی تھا پچھلے ایام میں جو ناخوشگوار واقعات آپکی مملکت میں رونما ہوئے جنکی وجہ سے ملک کی ترقی رک گئی۔ مجھے اُن سے بہت پریشانی لاحق ہوئی۔ لیکن الحمد للہ کہ جناب ان تمام مشکلات پر غالب آئے۔ اور دولت افغانستان کے بہی خواہوں کی پریشانی دور کردی۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ افغانستان آپ کے عہد میں ترقی کے مدارج طے کریگا۔ میں خوش ہوں دوست ملت اتحادیہ اور جناب کا بہی خواہ ہوں مجھے امید ہے۔ کہ ہمارے دوستانہ تعلقات روز بروز مستحکم ہونگے۔ باہمی اخلاص و محبت کے استحکام کی نیت سے میں اپنا ایک فوٹو جناب کو بھیجتا ہوں۔ اور دست بدعا ہوں۔ کہ دولت افغانستان ترقی کرے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۲۴ | قادیان دار الامان مورخہ ۲۳ اگست سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۸

مسلمانوں کو ایک مقتدر راہ نما کی ضرورت

مسلمان جُوں جُوں مصائب اور آلام کا زیادہ نشانہ بنتے جارہے ہے۔ اور تباہ حالی و بربادی کے انتہائی نقطہ کے قریب پہونچ رہے ہیں۔ ان کی آنکھیں کھلتی جارہی ہیں۔ اور وُہ محسوس کررہے ہیں۔ کہ سوائے ایک مرکز پر جمع ہونے اور سوائے ایک راہ نما کے پیچھے چلنے کے ان کا زندہ رہنا محال ہے۔ چنانچہ دہلی کا روزانہ معاصر "الامان" (۱۳ر اگست) لکھتا ہے:۔

"مرکزیت ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اور اسی کے فقدان نے فرزندان توحید کو تباہ و ویران کر رکھا ہے۔ بجلی اپنے مرکز سے تمام شہر کو بقعۂ نور بنا دیتی ہے۔ اگر مسلمانوں میں بھی کوئی مرکزی اقتدار و شان رکھنے والا راہ نما پیدا ہوجائے جس کی آواز پر لوگ لبیک کہیں۔ اور دیوانہ وار اس کی طرف دوڑنے لگیں۔ تو سمجھ لیجیئے۔ کہ ہمارے نوّے فیصدی مصائب کا اسی دن خاتمہ ہوجائے گا۔ مسلمان تو اس وقت ایک بےسردار کی فوج ہیں۔ اور جو سردار ہیں۔ انہیں باہمی سب وشتم ہی سے فرصت نہیں۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے ایک مقتدر راہ نما کی ضرورت ہے۔ جب تک کوئی بااثر راہ نما پیدا نہ ہوگا۔ اس وقت تک ہمارا انتشار و زوال کبھی دُور نہیں ہوسکتا"

معاصر موصُوف کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ جب تک مسلمان ایک مرکز پر جمع نہ ہونگے۔ اور ایک مقتدر راہنما کی پوری پوری پیروی نہ کریں گے۔ اس وقت تک تباہی سے بچ نہیں سکتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کے لیئے راہ نما کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اور راہ نما کو قبول کرنا۔ اور اُس کی اطاعت میں سر تسلیم خم کرنا مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ اس وقت جبکہ مسلمانوں کی حالت زار اس بات کی متقاضی ہے۔ کہ ان کے لئے ایک راہ نما پیدا ہو۔ اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی راہ نما پیدا نہ ہوتا۔ تو کہا جاسکتا تھا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے محبُوب اور پیارے نبیؐ کی امت کو کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا۔ اور وُہ وعدہ بھی پُورا نہ کیا۔ جو اُس کے رسُول نے اپنی امت سے کیا تھا۔ کہ جب اس کی حالت قابل اصلاح ہوجائے گی۔ اس وقت خدا تعالےٰ اپنی طرف سے مصلح پیدا کیا کرے گا۔ لیکن یہ تو ہوسکتا ہے۔ کہ زمین و آسمان ٹل جائیں۔ چاند و سُورج تاریک ہوجائیں۔ لیکن یہ ممکن نہیں۔ کہ خدا کے وعدے اور اس کے محبوب کی بشارتیں پُوری نہ ہوں۔ چنانچہ یہ وعدہ بھی پُورا ہوتا رہا۔ اور اس زمانہ میں چونکہ مسلمانوں کی حالت ازمنہ گذشتہ کی نسبت بہُت زیادہ قابل اصلاح اور لائق امداد ہو چکی تھی۔ اس لیے اس وقت یہ وعدہ بہُت بڑی شان کے ساتھ پُورا ہُوا۔ اور خدا تعالےٰ نے ایسا راہ نما مبعوث کیا۔ جو بہت بلند شان رکھتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ مسلمانوں کے لیئے ایک راہ نما پیدا کرچکا ہے۔ جو مسیح موعُود ہے۔ اب یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی طرف دیوانہ وار دوڑیں۔ اس کی اطاعت کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھیں۔ اور اس کے احکام کی تعمیل کرکے کامیابی حاصل کریں۔ پھر دیکھیں۔ ان کی نکبت وادبار دور ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ وُہ ذلت اور مسکنت کے گڑھے سے نکلتے ہیں۔ یا نہیں۔ وُہ عزت و وقار حاصل کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ لیکن اگر ایک طرف تو مسلمان خدا تعالےٰ کے بھیجے ہوئے راہ نما کا انکار کریں۔ اور باوجود راہ نما کی ضرورت کا کھُلا کھلا اعتراف کرنے کے انکار کریں۔ اور دوسری طرف یہ چاہیں کہ انہیں کوئی ایسا راہ نما بھی مل جائے۔ جو ان کے نوّے فیصدی مصائب کا فوراً خاتمہ کردے۔ تو یہ خیال است و محال است و جنوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور اس صُورت میں ناممکن ہے۔ کہ قیامت تک انہیں کوئی راہ نما مل سکے۔ خدا تعالےٰ کی معمولی سی نعمت کی قدر نہ کرنا۔ اور اس سے مستفیض نہ ہونا بھی بہُت بڑے وبال میں مبتلا کردیتا۔ اور آئندہ کے لیئے انعام پانے سے محروم کردیتا ہے۔ کجا اس انسان کا انکار جسے خدا تعالےٰ نے ثریا پر اٹھایا ہُوا ایمان واپس لاکر لوگوں کو عطا کرنے کے لیئے بھیجا۔ جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کی ذلّت اور ادبار کا علاج رکھا۔ جسے ان کا تفرقہ و انشقاق دُور کرکے ایک مرکز پر جمع کرنے کے لئے مبعوث کیا۔

اتنی بڑی نعمت اور اتنے بڑے فضل کا کفران کرنے والوں کا یہ امید رکھنا کہ خدا تعالےٰ ان کی ترقی اور خوشحالی کا کوئی اور سامان کرے گا۔ ان کے مصائب و آلام دُور کرنے کے لیئے ان سے مشورہ لینے کے بعد اُن کی رائے کے مطابق کوئی راہ نما بھیجیگا۔ سراسر ناروا ہے۔ اور اس کا پورا ہونا قطعاً محال۔ دُنیا بعینہٖ اسی قسم کی محرومی کا نظارہ ایک دفعہ پہلے دیکھ چکی ہے بلکہ دیدہ وروں کی عبرت کے لیئے وُہ نظارہ اب بھی موجُود ہے حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی امت کو اسی طرح ایک موعُود کے آنے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو دیا گیا تھا۔ مگر جب وُہ موعُود آیا۔ تو اکثر لوگ اُس کی اطاعت سے محرُوم رہ گئے۔ اور وُہ کسی اور کی راہ تکنے لگے۔ آج تک وُہ اِسی انتظار میں رو رو کر دُعائیں کر رہے ہے۔ ناک رگڑ رہے ہے۔ اور بے حد اضطراب اور بے تابی ظاہر کررہے ہیں لیکن جس کے منتظر ہیں۔ اُس کا پتہ نہیں۔ پھر یہ لوگ نہ صرف امت موسوی کے موعود کو قبول کرنے سے محرُوم رہے۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شناخت نہ کرسکے۔

اب بھی جو لوگ امت محمدیہ کے موعُود کو چھوڑ کر کسی اور کا انتظار کررہے ہیں۔ ممکن نہیں۔ کبھی ان کا انتظار ختم ہو۔ اور انہیں کوئی راہ نما مل سکے۔ اگر وُہ اپنی اصلاح اور ترقی چاہتے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعُودؑ کو قبول کریں۔

ہندوؤں کو مسلمانوں سے دُور رہنے کی تلقین

ہندوؤں کے نزدیک ہر ایک وُہ مسلمان فرقہ پرست ہے جو ان کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتا۔ اور ان کے اغراض و مقاصد کے لئے بطور آلۂ کار کام نہیں آتا۔ ایسے تمام مسلمانوں کے متعلق آریہ اخبار "پرتاپ" (۱۷ر اگست) نے یہ اعلان عام کردیا ہے۔ کہ:۔

"ہندوؤں کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں۔ کہ فرقہ پرست مسلمانوں سے دُور رہیں۔ ہندو وطن پرست مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرسکتے ہیں۔ لیکن فرقہ پرست مسلمانوں کے ساتھ نہیں"

مسلمانوں سے دُور رہنے کا اگر یہ مطلب ہے۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ انسانوں کا سا سلوک نہ کیا جائے۔ انہیں کسی محکمہ اور کسی ادارہ کے قریب نہ آنے دیا جائے۔ تو اس میں ہندو پہلے ہی کونسی کمی کررہے ہیں۔ لیکن اگر اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں سے الگ تھلگ رہیں گے۔ اور ان کے رستہ کا روڑا نہ بنیں گے۔ تو یہ ناممکن ہے۔ ہندو جب اپنی ترقی اور کامیابی کی بنیاد ہی مسلمانوں کے کھنڈرات پر رکھنا چاہیں۔ تو کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ان سے دُور رہیں۔

رہی یہ بات کہ ہندو وطن پرست مسلمانوں سے مل کر کام کر سکتے ہیں۔ اس میں ہندوؤں کی کونسی خوبی ہے۔ جن لوگوں کے ذریعہ اپنے اغراض و مقاصد پورے ہوتے ہوں اور جو اپنی قوم اور مذہب پر ذاتی اغراض کو قربان کر چکے ہوں ان سے مل کر کام کرنا کہاں کی حق پسندی ہے ؛

ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب کی کتاب

ڈاکٹر شفاعت احمد خاں صاحب جو الہ آباد یونیورسٹی کے پروفیسر اور یو۔ پی لیجسلیٹو کونسل کے ممبر ہیں۔ ان کی تصنیف کردہ ایک تاریخی کتاب "دی سکول ہسٹری آف انڈیا" کے خلاف اخبارات میں بہت کچھ اظہار رنج و غصہ کیا جا رہا ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اگر وہ اقتباسات جو اخبارات میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ درست ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب کے ہی قلم سے نکلے ہیں۔ تو فی الواقعہ اس قابل ہیں۔ کہ ہر ایک مسلمان ان کے خلاف رنج و الم کا اظہار کرے ؛

بعض اخبارات نے اگرچہ ان اقتباسات کے نادرست ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اقتباس پیش کرنے والے بڑے اصرار اور قابل اصحاب کی شہادتوں کے ساتھ ان کے درست ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس صورت میں ڈاکٹر صاحب کا فرض ہے۔ کہ جلد سے جلد اپنی پوزیشن صاف کریں اور جو اقتباسات ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق بیان دیں ؛

بلاشبہ یہ اقتباسات ان لوگوں کی طرف سے پیش کئے جا رہے ہیں۔ جو ڈاکٹر صاحب سے سیاسی اختلافات رکھتے۔ اور پبلک میں ان کی وقعت کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ پھر یہ بھی درست ہے۔ کہ وہ کتاب جو نہ معلوم کتنے عرصہ سے یو۔ پی میں انٹرنس کے طلباء کو پڑھائی جا رہی ہے۔ اس کے خلاف اب سیاسی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے آواز اٹھائی گئی ہے لیکن باوجود اس کے ضروری ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب اس معاملہ پر روشنی ڈالیں۔ اور اگر فی الواقعہ ان کے قلم سے وہ الفاظ نکلے ہیں۔ جو پیش کئے جا رہے ہیں۔ تو فوراً کتاب کو تلف کر دیں۔ کیونکہ اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو الفاظ بیان کئے جا رہے ہیں۔ وہ نہایت ہی دل آزار ہیں۔ اور کسی مسلمان کے قلم سے ان کا نکلنا نہایت ہی شرم کی بات ہے ؛

اگرچہ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں صاحب کے سے انسان کے متعلق یہ ماننے کو تیار نہیں۔ کہ انہوں نے ایسے دل آزار الفاظ لکھے ہونگے۔ تاہم چونکہ ان کے خلاف یہ پراپیگنڈا بڑے زور شور سے کیا جا رہا ہے ۔ اور جمعیۃ العلماء کا آرگن اس میں سب سے زیادہ حصہ لے رہا ہے۔ اس لئے اس کا جواب ضرور ہونا چاہیئے ؛

ایک بدزبان ہندو ایڈیٹر کو سزا

ایک بدزبان ہندو روی شنکر کو جو ایک ہفتہ وار گجراتی اخبار کا ایڈیٹر ہے۔ سورت کے سشن جج کی عدالت سے چھ ماہ قید بامشقت کی سزا اس جرم میں ہوئی تھی۔ کہ اس نے قرآن مجید کے خلاف سخت توہین آمیز الفاظ استعمال کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا تھا ؛

ہائی کورٹ بمبئی میں اس نے یہ عذر پیش کیا۔ کہ شائع کرنے سے قبل اس نے قابل اعتراض عبارت کو پڑھا نہیں تھا۔ عدالت نے اسے قبول نہ کیا۔ اور سزا قائم رکھی ؛

اس قسم کی سزا کا حکم سن کر راجپال کے متعلق جسٹس دلیپ سنگھ کا فیصلہ یاد آئے بغیر نہیں رہ سکتا ؛

حضرت کرشن پیغمبر تھے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں جو عظیم الشان تغیرات پیدا کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے غیر مذاہب کے راہنماؤں اور پیشواؤں کی حقیقی عزت مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کی۔ آپ کی بعثت سے پیشتر بالعموم مسلمان غیر مذاہب کے پیشواؤں کی عزت و تعظیم نہیں کرتے تھے۔ اور نہ اُن کی راستبازی پر یقین رکھتے تھے۔ مگر آپ نے حضرت کرشن علیہ السلام کے متعلق ظاہر فرمایا۔ کہ وہ خدا کے نبی تھے۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ اب مسلمان اس حقیقت کا اعتراف کرنے لگے ہیں چنانچہ "پرتاپ" (۱۷ر اگست) میں ایک مسلمان ڈاکٹر کی نظم شائع ہوئی ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے :۔ ؎

اے کرشن۔ اے ہند کے پیغمبر عالی وقار
آج بھی بھارت ہے تیرے تذکرے سے پُربہار

ہندو اگر غور کریں۔ تو انہیں معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں میں حضرت کرشن کی یہ عزت و تکریم پیدا کر کے ان پر بہت بڑا احسان کیا ہے ؛

لالہ منوہر لال اور مسلمان

اخبار "پرتاپ" (۲۰ر اگست) کا بیان ہے۔ کہ :۔

"بہت سے سنجیدہ اور اصول پرست مسلمان مسٹر منوہر لال کے ساتھ ہیں۔ اور انہیں اپنی امداد کا یقین دلا چکے ہیں"

معلوم ہوتا ہے۔ یہ محض ناواقف اور کمزور دل مسلمانوں کو مطمئن کر کے ووٹ حاصل کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت سے یہ بہت دور ہے۔ کہ پنجاب کے مسلمان پھر ان میں سے بھی گریجوایٹ اور اعلیٰ تعلیمی ڈگریاں رکھنے والے مسلمان۔ اور ان میں سے بھی "سنجیدہ اور اصول پرست مسلمان" لالہ منوہر لال صاحب کو اپنا نمائندہ قرار دے کر پنجاب کونسل میں بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ لالہ صاحب نے جو چرکے مسلمانوں کے دل و جگر پر لگائے ہیں۔ ان کی ٹیس سے کوئی معمولی مسلمان بھی بچا ہوا نہیں۔ کجا اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب۔ پس یہ "پرتاپ" کی محض گپ ہے۔ جو اس غرض سے گھڑی گئی ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی مسلمان دھوکہ میں آ کر اور یہ سمجھ کر کہ بہت سے "سنجیدہ اور اصول پرست مسلمان" لالہ منوہر لال کو ووٹ دینے کے لئے بے تاب ہو رہے ہیں۔ اپنا ووٹ انہیں دیدے۔ ورنہ اگر "پرتاپ" کے بیان میں کچھ بھی صداقت ہے۔ تو ذرا ان بہت سے سنجیدہ اور اصول پرست مسلمانوں میں سے چند ایک کے ہی نام تو بتائے تا ان کی سنجیدگی اور اصول پرستی کا اندازہ لگایا جا سکے۔ لیکن ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں۔ "پرتاپ" اس کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوگا۔ اور تیار ہو بھی کس طرح سکتا ہے۔ جبکہ اس کا بیان سراسر باطل ہے ؛

"پرکاش" اور علماء کی ہتک

معلوم ہوتا ہے۔ آریہ اخبارات ہمارے خلاف خامہ فرسائی کرتے ہوئے یا تو عقل و سمجھ کو قطعاً خیرباد کہدیتے ہیں یا جان بوجھ کر دروغگوئی اور غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کا اظہار اس وقت پورے کمال کے ساتھ کرتے ہیں۔ جب مسلمانوں کو ہمارے خلاف اشتعال دلانا چاہتے ہیں۔ "الفضل" کے ایک گذشتہ پرچہ میں معاصر "اتحاد" پٹنہ کا ایک اقتباس درج کیا گیا تھا۔ جس میں علماء کی موجودہ حالت پر تبصرہ کیا گیا تھا۔ اور ساتھ ہی معاصر موصوف کا حوالہ معہ تاریخ درج کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں یہ سطور اقتباسات کے جلی عنوان کے ماتحت درج کی گئی تھیں۔ مگر "پرکاش" (۱۷۔ اگست) نے ان سب باتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے "علماء کی توہین" کا جرم ہم پر ثابت کرنے کے لئے اس اقتباس کو حسب ذیل تمہیدی سطور کے ساتھ ہماری طرف منسوب کر دیا ہے :۔

"علماء اسلام کے متعلق احمدیوں کی زہرافشانی کی مثالیں اگنت ہیں۔ اس کا تازہ نمونہ الفضل نے اپنی ۵ر اگست کی اشاعت میں ذیل کے الفاظ میں پیش کیا ہے"

اگر ہمارے متعلق "پرکاش" کی دیانتداری کی حس بالکل مردہ نہ ہو چکی ہوتی۔ تو وہ قطعاً اس طرح غلط بیانی کا مرتکب ہو کر معاصر "اتحاد" کے ساتھ بے انصافی نہ کرتا۔ پرکاش کو معلوم ہونا چاہیئے اگر علماء کی اصل حقیقت پر روشنی ڈالنا ان کی ہتک ہے۔ تو اس کے ارتکاب میں ہمارے ساتھ دوسرے سمجھدار اور حقیقت شناس مسلمان بھی شریک ہیں۔ اور اب اس کا یہ حربہ ہمارے خلاف بالکل بیکار ہے ؛

حقایق القرآن

(فرمودہ)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سُورۃ الھُمزۃ

(بقیہ رکوع)

کسی شخص کا ذکر آنے پر یہ کہنا "جی میں اُسے خوب جانتا ہوں" یہ فقرہ ایک لہجہ میں تو اچھا ہے۔ مگر دوسرے لہجہ میں بُرا ہے۔ اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک کے معنے تو یہ ہوں گے۔ کہ وہ میرا واقف اور دوست ہے۔ اور دوسرے لہجہ کے لحاظ سے یہ معنے ہونگے۔ کہ اُس کی حقیقت کچھ نہ پوچھو۔ اس میں عیب ہی عیب ہیں۔ مگر جب ایسے شخص کو پکڑو۔ تو وہ جھٹ کہدیگا۔ کہ مَیں نے تو کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ ایسا کلام لمزن کہلاتا ہے۔ یعنی عیب کو الفاظ میں نہیں۔ بلکہ اشاروں میں ادا کیا جائے۔ تا جب گرفت ہو۔ تو وہ آسانی سے بچ سکے۔ اور اِسی لمزۃ کے معنے پھر دفع کرنے اور مارنے کے بھی ہیں۔ اور اس میں بھی نیت کا تعلق ہے۔ لمّاز عیاب کو کہینگے۔ یعنی بہت عیب لگانے والا۔ اتفاقیہ مُنہ سے اگر کوئی بات نکل جائے۔ تو وہ اِس میں شامل نہیں۔ کیونکہ غلطی سے ایسا ہر شخص سے ہو سکتا ہے۔ قرآنِ مجید نے منافقوں اور مومنوں میں فرق ہی یہی بتایا ہے کہ مومن کے مُنہ سے بھی کبھی کبھی نا درست بات نکل جاتی ہے۔ مگر منافق کے منہ سے ہمیشہ ناروا باتیں نکلتی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ دانستہ ایسا کرتا ہے۔ وگرنہ کیوں اس کے مُنہ سے ہمیشہ ہی ایسی باتیں نکلتیں۔ اگر ہر مومن کی زندگی پر نظر دوڑائی جائے۔ تو ضرور اس کے ملنے والوں میں سے کوئی نہ کوئی بُرا ہوگا۔ بعض دفعہ نادانستہ طور پر اور بعض دفعہ دانستہ طور پر۔ یعنی بعض دفعہ تو اس خیال سے اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کہ شاید میری صحبت کی وجہ سے بُرائیوں سے بچ جائے۔ مگر بعض دفعہ علم بھی نہیں ہوتا۔ کہ یہ ایسا شخص ہے۔ اور اس سے تعلق ہوتا ہے۔ لیکن اگر منافق کے ماحول کو دیکھا جائے۔ تو اس کے ارد گرد زیادہ تر ایسے ہی اشخاص ملیں گے۔ جو قابلِ اعتراض یا منافق ہونگے۔ اگر دس آدمی اس کی مجلس میں بیٹھنے والے ہوں تو اُن میں سے چھ یا سات قابلِ اعتراض ہونگے۔ اس پر اگر اسے گرفت کی جائے۔ تو وہ جھٹ کہدیگا۔ یہ فلاں فلاں کے پاس بھی تو بیٹھتے ہیں۔ اُسے کیوں نہیں پکڑتے۔ زید جب پچاس مخلص لوگوں کے پاس بیٹھتا ہے۔ تو میرے پاس بیٹھنے میں کیا حرج ہے حالانکہ اگر مخلصوں کو دیکھو۔ تو اُن کے پاس کوئی ایک قابلِ اعتراض شخص ملیگا۔ لیکن وہ سارے سمٹ کر اور اکٹھے ہو کر مجموعی طور پر اُس کے پاس جمع ہو جائینگے۔ پس الگ الگ، اور انفرادی طور پر کسی کے پاس ایسے شخص کا بیٹھنا قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مگر اجتماعی لحاظ سے قابلِ گرفت ہوتا ہے۔ اِسی طرح اگر اتفاقیہ طور پر مُنہ سے کوئی نادرست بات نکل جائے۔ تو وہ قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتی۔ البتہ کثرت سے ایسی باتیں نکلنا ضرور مواخذہ کے قابل بنا دیتی ہیں۔ تو لمزۃ عیاب کو کہتے ہیں۔ یعنی اُس کو جو کثرت سے عیب لگائے۔ اور پھر اس میں دونوں معنے پائے جاتے ہیں۔ اشارۃً عیب منسوب کرنے والا بھی اور ظاہراً عیب لگانے والا بھی۔ پس لمزۃ اسے بھی کہتے ہیں۔ جو مُنہ پر عیب لگائے۔ کیونکہ مُنہ پر عیب لگانے والے بھی عموماً اشارے سے عیب لگاتے ہیں۔ تا جب پکڑے جائیں۔ تو اپنا پہلو بدل لیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے۔ کوئی شخص تھا۔ جب ایک گلی سے گذرتا۔ تو وہاں ایک مزدور پیشہ عورت رہتی تھی۔ جو کانی تھی۔ اسے سلام کرتا۔ اور وہ عورت اُسے بے تحاشا گالیاں دینا شروع کر دیتی۔ ایک دن محلے والوں نے کہا۔ یہ تو تجھے سلام کرتا ہے۔ اور تُو اسے گالیاں دیتی ہے۔ وہ بھی کہنے لگا دیکھئے مَیں تو اِس کا ادب کرتا ہوں۔ مگر یہ مجھے اُلٹا کوسنے لگتی ہے۔ وہ کہنے لگی۔ تمہیں پتہ نہیں۔ یہ مجھے کیا کہتا ہے۔ کہتا ہے "بھائی کانئے سلام"۔ اب وہ بظاہر سلام کہتا تھا۔ مگر درحقیقت کانی کہتا اور اُسے گالی دینا مدنظر ہوتا تھا۔ تو مُنہ پر عیب لگانے والا ہمیشہ ایسی طرز میں کلام کریگا جس میں بظاہر عیب چھپ جائے۔ یا تو مخفی اشارے کے ذریعہ سے یا ایسے الفاظ میں جن کی شیرینی اُس عیب کی تلخی کو چھپا دے۔ تاکہ وہ اپنا کینہ بھی نکال لے۔ اور دوسرے کے حملے سے بھی محفوظ رہے۔ ایسے شخص کو لمّاز کہینگے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ہلاکت اور عذاب ہے۔ ہر اُس شخص کے لئے جو دوسرے شخص کو نقصان پہنچانے کے لئے اُس کی غیبت کرتا ہے۔ یا دوسرے شخص کو نقصان پہنچانے کے لئے اس کی عیب گیری کرتا ہے۔ عیب گیری سامنے بھی ہوتی ہے۔ اور غیبت میں بھی۔ بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ ہم تو سچی بات کہتے ہیں۔ پھر وہ غیبت کیونکر ہوئی۔ ایک دفعہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی بعضوں نے کہا تھا۔ کہ آپ غیبت سے منع کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم سچی باتیں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ سچی بات ہی در پردہ کہنا غیبت کہلاتی ہے۔ وگرنہ جھوٹی بات تو ایک بہتان ہوگا۔ پس کوئی بھی ایسی بات جس کی غرض دوسرے کو نقصان پہنچانا ہو۔ یا جس کا نتیجہ یہ نکلے کہ دوسرے کو نقصان پہنچ جائے۔ وہ غیبت میں شمار ہوگی۔ اور ایسے شخص کو ھمزہ کہینگے۔ اور لمزہ سامنے نقائص بیان کرنے والے کو کہینگے۔ خواہ وہ اشارۃً ذکر کرے۔ یا ظاہراً عیب گیری کرے۔ پس ھُمزہ اور لُمزہ دونوں کیلئے ہلاکت اور عذاب ہے۔

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا

وہ شخص ایک خاص قسم کا مال جمع کرتا ہے۔ یہاں جَمَعَ المال نہیں فرمایا۔ بلکہ جمع مَالًا کہا۔ یعنی تنکیر کے ساتھ مال کو بیان فرمایا۔ مطلب یہ کہ اپنی ذات میں مال جمع کرنا کوئی عیب کی بات نہیں۔ بلکہ بعض خاص قسم کے مال جمع کرنا عیب ہے۔ مثلاً وہ مال جو ناجائز ذرائع سے کمائے جائیں۔ یا جو اِس لئے جمع کئے جائیں۔ کہ اُن سے دوسرے کو نقصان پہنچایا جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ فرماتے میرا ایک دوست تھا۔ وہ میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ مَیں آپ سے ایک مشورہ لینے آیا ہوں۔ میرے پاس ایک کافی رقم جمع ہو گئی ہے۔ مشورہ دیجئے۔ کہ مَیں اُسے کہاں خرچ کروں۔ آپ فرماتے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ کہ کیسا اچھا آدمی ہے۔ کہ مجھ سے مال خرچ کرنے کے متعلق مشورہ لینے آیا ہے۔ مَیں نے اسے کئی باتیں بتائیں۔ اور بہت سی تجویزیں اُس کے سامنے بیان کیں۔ اور آخر کار پوچھا۔ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ کہنے لگا۔ بعض دوستوں نے مجھے مشورہ دیا ہے۔ کہ فلاں شخص سے تمہاری پُرانی دشمنی ہے۔ اس پر جھوٹا مقدمہ کھڑا کر کے

اُسے نقصان پہنچاؤ۔ میرے خیال میں یہ تجویز اچھی ہے۔

ترجمہ جَمَعَ مَالاً میں ایک خاص قسم کے مال کا ذکر ہے۔ نکرہ کبھی تعظیم کے لئے آتا ہے۔ اور کبھی تحقیر کے لئے۔ یہاں تحقیر کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی وہ ایسا مال جمع کرتا ہے جو درحقیقت قابل قدر نہیں۔ چیز تو انسان وہ جمع کیا کرتا ہے۔ جو قابل قدر ہو۔ مگر ذلیل اور حقیر چیز کون جمع کرتا ہے۔ کیا کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے۔ جو پاخانے کو اکٹھا کر کے اپنے گھر میں ڈال لے۔ تو جمع مالاً سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ ایک نہایت ہی ذلیل قسم کا مال جمع کرتا ہے۔ جو اس کی عزت کا موجب نہیں ہو سکتا۔

وَعَدَّدَهٗ

پھر اُسے گنتا رہتا ہے۔ یہ گننا بھی حرص کی علامت ہے۔ گنتا ہے پھر گنتا ہے۔ کہتا ہے۔ کچھ اور بڑھ جائے۔ کچھ اور زیادہ ہو جائے۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ

قرآن مجید کے کیا ہی لطیف اشارات ہوتے ہیں۔ مال تو ہر ایک درحقیقت اللہ تعالےٰ کا ہی ہوتا ہے۔ مگر یہاں انّ المال اخلدہٗ نہیں فرمایا۔ بلکہ ان مالہٗ اخلدہٗ فرمایا۔ گویا مالہٗ میں اشارہ فرمایا۔ کہ وہ چیز جو اس کے جمع کرنے سے مال بنی ہے۔ کیونکہ مال تو مجموعے کا نام ہے۔ اور مال جمع کرنے سے بنتا ہے۔ یحسب ان مالہٗ اخلدہٗ کہکر فرمایا۔ کہ وہ بیوقوف یہ خیال کرتا ہے کہ وہ چیز جو اس نے آپ پیدا کی ہے۔ وہ اُسے زندہ رکھے گی۔ حالانکہ وہی ہستی اُسے زندہ رکھ سکتی ہے۔ جس نے اُسے پیدا کیا۔ وگرنہ وہ مال جسے اُس نے آپ پیدا کیا۔ اُسے کس طرح زندہ رکھ سکتا ہے۔ مال کی ہستی درحقیقت اُس کے ذریعے سے قائم ہوئی ہے۔ پھر کیسا بے وقوف ہے۔ جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مال جس کی بقا اس کی وجہ سے ہوئی۔ وہ اُسے زندہ رکھے گا۔

درحقیقت ہمارے تمام افعال ہمیں فنا کی طرف لے جا رہے ہیں۔ البتہ اگر اچھا عمل ہو۔ تو روحانیت قائم ہو جاتی ہے۔ اور اگر بُرا ہو۔ تو شیطنت۔ مگر بہرحال وہ ہمیں فنا کی طرف لے جا رہے ہیں۔ بازو کی صرف ایک حرکت سے دس تین ذرات صرف ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے اپنے افعال ہمیں کس طرح زندہ رکھ سکتے ہیں۔ جو ہستی ہمیں زندہ رکھ سکتی ہے۔ وہ وہی ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ مگر یحسب ان مالہٗ اخلدہٗ۔ وہ نادان سمجھتا ہے۔ جو مال اُس نے آپ جمع کیا وہ اُسے زندہ رکھیگا۔ حالانکہ اُس نے اُسے کیا زندہ رکھنا ہے۔

كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ

حُطمہ کہتے ہیں۔ شدید آگ کو۔ سونا اور چاندی ہمیشہ صفائی کے لئے آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ ایسا شخص بھی چونکہ مال و دولت جمع کرنے کی وجہ سے مجسم مال ہو گیا ہے۔ اس لئے اسے بھی آگ میں ڈالکر ہم پاک کرینگے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ

اور تجھے کیا معلوم کہ حُطمہ کیا ہوتی ہے۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ

وہ اللہ کی جلائی ہوئی آگ ہے۔

بندے کو تو سونا چاندی مال نظر آتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ بندہ سب سے قیمتی مال ہے۔ کیونکہ خلقت الجن والانس الا لیعبدون سے پتہ چلتا ہے۔ کہ بہترین چیز انسان ہے۔ جس طرح انسان کو دنیا میں بہترین چیز سونا یا ہیرے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو مخلوق میں سے سب سے بہتر بندہ دکھائی دیتا ہے۔ اور جس طرح یہ سونے کو میل سے صاف کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اسی طرح خدا بھی بندے کو پاک کرنے کے سامان کرتا رہتا ہے۔ اور جس طرح مال جب خراب ہو جاتا ہے۔ تو کٹھالی میں ڈالا جاتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ خراب ہو جاتا ہے۔ تو وہ بھی کٹھالی میں ڈالا جاتا ہے اور جس طرح سنار کہتا ہے۔ یہ سونا میل مل جانے کی وجہ سے گندہ ہو گیا۔ اسی طرح خدا تعالےٰ بھی کہتا ہے۔ فلاں بندہ گناہوں کی ملونی سے گندہ ہو گیا۔ مگر سنار تو کہتا ہے۔ اس سونے میں میل مل گئی۔ اس لئے گندہ ہو گیا۔ مگر خدا تعالےٰ کہتا ہے۔ میرے اس بندے میں سونا مل گیا۔ میں اسے بھٹی میں ڈالکر صاف کروں گا۔

الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ

مگر بندہ کی خرابی چونکہ اس کے قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے وہ آگ جسم کو جلانے والی نہیں۔ بلکہ دل کو مطہر کرنے والی ہے۔ چونکہ بندہ کے دل میں کھوٹ مل گیا تھا۔ اس لئے وہ آگ ایسی ہوگی۔ جو قلوب کے اندر دھنس جائیگی۔ اور گندہ مادہ نکال کر اسے پاک و صاف کر دیگی۔

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ

جس طرح بھٹیوں کو بند کر کے آگ تیز کرتے ہیں۔ اسی طرح وہاں بھی ہوگا۔ اَوْصَدَ الْبَابَ۔ اَغْلَقَهٗ۔ وہ آگ ایسی ہوگی۔ کہ اس کے دروازے بند کر کے اُسے تیز کرینگے۔ تا اس میں سے جتنے شرارے نکلیں۔ وہ اُس کے دل کے اندر گھس جائیں۔

فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ

وہ ایسے عمود میں ہوگی۔ جو ممددہ ہونگے۔ یعنے لمبے کئے ہونگے۔ عمد۔ عماد کی بھی جمع ہے۔ اور عماد کے معنے اُس چیز کے ہیں جس پر انسان ٹیک لگائے۔ اور عمد عمود کی بھی جمع ہے۔ اور عمود کے معنے دیواریں اور ستون ہیں۔ جن پر چھت کھڑی ہوتی ہے۔ ان دونوں کی جمع عَمَدٌ ہے۔ فی عمدٍ ممددۃ میں فرمایا۔ وہ ایسے عمودں میں ہوگی۔ جو اوپر کھچے چلے جائینگے۔ میرے نزدیک فی عمد ممددہ میں یہ کیفیت بتائی گئی ہے۔ کہ وہ آگ اوپر کی طرف لے جاتی ہے۔ جب آگ جل رہی ہو۔ اور اس میں اور ایندھن ڈالا جائے۔ تو اوپر کی طرف آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ آگ انسان کو اوپر کی طرف لے جائے گی۔ یعنی وہ آگ قلب کو مطہر و مصفےٰ کرتے ہوئے انسان کو خدا کی طرف کھینچ لے جائیگی

اِس سورت میں اللہ تعالےٰ نے ایک طرف تو انسان کے ادنےٰ خیال کی تحقیر کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ انسان اپنی ترقیات دوسروں کی ہلاکت میں مخفی سمجھتا ہے۔ کیونکہ ھمزہ اور لمزہ وہی ہے۔ جو غیبت کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ دوسروں کی غیبت کرنے میں ہی میری ترقی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ انسان بڑا ہی نادان ہے۔ ایک طرف تو دوسروں کے قلوب کی پامالی میں اپنی ترقی سمجھتا ہے۔ اور دوسری طرف دھاتوں کے جمع کرنے کا خیال اُسے لگا رہتا ہے۔ گویا جس چیز کے رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اُسے توڑتا ہے۔ اور جس چیز کے خرچ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اُسے جمع کرتا ہے۔ ہم نے تو قلوب کے جوڑنے اور انہیں باہم ملانے کا حکم دیا تھا۔ مگر یہ انہیں توڑتا ہے۔ اور ہم نے مال کے خرچ کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر یہ اسے جمع کرتا ہے۔ حالانکہ جو چیز خدا تک پہنچانے والی تھی۔ وہ دوسروں کے دلوں کا جوڑنا ہے۔ نہ کہ توڑنا۔ مگر یہ دوسروں کے دلوں کو جلاتا ہے۔ حالانکہ اِسے اپنے دِل کو جلانا چاہیئے تھا۔ اور یہ اپنے دِل کو غیبت کر کے چین اور آرام پہنچانا چاہتا ہے۔ حالانکہ اسے دوسروں کے غم میں بے چین ہونا چاہیئے تھا۔ ضروری تھا کہ یہ لوگوں کی فکر میں جلتا اور غم کھاتا۔ تا اس پر اللہ تعالےٰ کا فضل نازل ہوتا۔ مگر یہ اپنے دل کو چین پہنچانا چاہتا ہے۔ اور دوسروں کے دلوں کو جلاتا ہے۔ اسلئے ایک دن اسکے دل کو بھی خدا جلائیگا تا صفائی ہو۔ اور اسکا دل گند سے پاک و صاف ہو جائے۔ ایسی عمود کے ذریعہ سے جو پکڑ کر کھا کر اوپر کو جاتے ہیں۔ تا ان شعلوں کے اوپر اُڑتے ہوئے وہ خدا کی درگاہ میں پہنچ جائے ؎

تاریخ اسلام

مُسلمانوں کا حیرت انگیز عروج

مسلمانوں نے نور نبوت سے مستفیض ہوکر اور خداداد فہم و ذکا سے کام لے کر جس طرح کئی ایک نئے علوم کی بنیاد ڈالی۔ اور دنیا کو ان سے مستفیض کیا۔ اسی طرح علم تاریخ میں بھی نئی روح پھونک دی۔ اور اسے ایسے درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔ جو قبل ازیں اسے حاصل نہ تھا۔ اس کی ایک خاص وجہ بھی تھی۔ اور وہ یہ کہ اسلام چونکہ ہر پہلو سے کامل مذہب تھا۔ اور مسلمان رہتی دنیا تک دنیا میں رہنے والے تھے۔ اِس لئے ضروری تھا۔ کہ ان کے آبا و اجداد کے کارنامے۔ ان کی زندگی کے حالات اور ان کی سیرت کے واقعات ایسی جامعیت کے ساتھ محفوظ کر دیئے جاتے۔ کہ جب بھی امتداد زمانہ اور مکروہات دنیا کے باعث مسلمان عزت و شرف کے درجہ سے اُتر کر ذلت و ادبار کے گڑھے کے کنارے پہنچ جاتے۔ اعلےٰ صفات اور عادات سے محروم ہو جاتے۔ ترقی حاصل کرنے اور عظمت قائم رکھنے کے خصائل کھو بیٹھتے۔ تو اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد کر لیتے۔ ان کی عادات اور صفات آنکھوں کے سامنے لے آتے۔ اور ان کے طور و طریق سے آگاہی حاصل کر کے پھر اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت اور شرف و بزرگی حاصل کر سکتے۔

ہمارے خیال میں اسلامی تاریخ کے اس قدر مکمل اور جامع طور پر مرتب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ ایک طرف تو ہر جگہ اور ہر ملک میں مسلمان ذلت و نکبت۔ ادبار اور تباہی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے اسلاف کے حالات و واقعات سے بالکل ناواقف ہو چکے ہیں۔ اِس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ تاریخ اسلام کے جستہ جستہ واقعات پیش کئے جایا کریں۔ تا ان کے برقی اثر سے مسلمانوں کی رگوں کے منجمد خون میں حرارت پیدا ہو۔ وہ اپنی موجودہ پستی کا مقابلہ اپنے آبا کی بلندی سے کر کے دیکھ سکیں۔ کہ وہ کیا تھے۔ اور یہ کیا ہیں۔ کس طرح انہوں نے مصائب اور مشکلات کا مقابلہ کیا۔ اور کس طرح انہیں کرنا چاہیئے۔ کس طرح انہوں نے عزم و استقلال سے کام لیا۔ اور کس طرح انہیں لینا چاہیئے اور بالآخر یہ کہ کس طرح مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار کھوئی ہوئی عظمت اور مٹی ہوئی شوکت دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

آج مسلمان اپنے آپ کو اِس درجہ بے کس اور بے بس سمجھ رہے ہیں۔ کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ وہ بھی عزت و عظمت حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ بھی دنیا میں باوقار قوم بن سکتے ہیں۔ اس بارے میں وہ اس قدر مایوس اور اتنے نا اُمید ہو چکے ہیں۔ کہ مسلمان کہلا کر دنیوی شان و شوکت حاصل کرنا ناممکن سمجھ رہے ہیں۔ اسی لئے آئے دن اسلامی خصوصیات مٹانے اور غیر اقوام کی تقلید اختیار کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن اگر اپنے اسلاف کے حالات اور واقعات پر ذرا بھی غور کریں۔ تو انہیں معلوم ہو۔ کہ جن حالات میں انہوں نے محض مسلمان ہونے کی وجہ سے ترقی اور عظمت کے مدارج طے کئے۔ اور جتنی سرعت اور جلدی سے طے کئے۔ وہ دنیا کو حیرت و استعجاب میں ڈالنے اور اپنی مثال پیش کرنے میں قاصر رکھنے والے ہیں۔

مکہ کی زندگی میں مسلمانوں پر کفار نے جس قدر مظالم توڑے جس قدر دکھ اور جتنی تکالیف پہنچائیں۔ وہ حدِ حساب سے باہر ہیں۔ ان کی انتہا یہ ہے۔ کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہایت بے سرو سامانی کی حالت میں رات کے وقت صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لے کر اس بستی سے نکل جانا پڑا۔ جس کی تقدیس اور بزرگی زمانہ دراز سے قائم ہو چکی تھی۔ اور جس میں آپ کے ظہور پُر نور کی بشارت صدیوں سے دی جا چکی تھی۔ رات کی تاریکی اور بے سرو سامانی کی حالت میں فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت کرنا ہی بتاتا ہے۔ کہ اس وقت آپ کی اور آپ کے متبعین کی حالت دشمنوں اور خون کے پیاسے دشمنوں کے مقابلہ میں کس قدر نازک تھی۔ لیکن اس نزاکت کا مزید ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سُلا دیا۔ تا دشمن رات کو بستر خالی دیکھ کر پیچھے نہ اُٹھ دوڑیں۔

غرض مکہ میں جب تکالیف کی انتہا نہ رہی۔ تو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ مگر وہاں جانے پر بھی مصائب اور مشکلات کا خاتمہ نہ ہوا۔ اگرچہ یہاں مسلمانوں کی تعداد نسبتاً زیادہ تھی تاہم ہجرت کے پہلے سال ان کی یہ حالت تھی۔ کہ پانی پینے کے لئے کنواں اور نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ ان کے پاس نہ تھی۔ یہ انتہائے بیچارگی تھی۔ لیکن اس کے بعد صرف ۲۳ سال کے اندر اندر انہی بیچاروں کی ترقی اور وسعت کی حدود جنوب میں یمن کا جنوبی حصہ شمال میں بحر اسود۔ مغرب میں افریقہ کا ساحل شمالی اور مشرق میں حدود ہندوستان تھیں۔ پھر یہی نہیں۔ کہ انہوں نے علاقوں کو تسخیر کیا۔ بلکہ اتنے قلیل عرصہ میں ان علاقوں کو زیر نگین کرنے کے علاوہ وہاں کے لوگوں کے قلوب کو بھی مسخر کر لیا۔ کافروں سے بُت پرستی۔ عیسائیوں سے تثلیث۔ گبروں سے آتش پرستی۔ ستارہ پرستوں سے ستارہ پرستی۔ وحشیوں سے درندگی چھُڑا کر اپنے ہمدرد۔ اپنے ہم خیال اور اپنے ہم مذہب بنا لیا۔

کیا تاریخ عالم ایسی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے۔ کہ اتنے قلیل عرصہ میں اتنے وسیع علاقہ میں ایسی فتح کسی بڑی سے بڑی قوم اور جرار سے جرار لشکر نے حاصل کی قطعاً نہیں۔ پھر جن لوگوں کے اسلاف کے یہ کارنامے ہوں ان پر خواہ مصائب و مشکلات کے پہاڑ ہی کیوں نہ گرا دیئے جائیں۔ اور وہ خواہ کتنی ہی بے کسی اور بے بسی کی زندگی کیوں نہ بسر کر رہے ہوں۔ کیا ان کے لئے جائز ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی ترقی سے مایوس ہوں۔ اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہیں۔

آبائی مذہب کا ترک کرانا کوئی معمولی بات نہیں۔ کسی طاقت ور سے طاقت ور قوم کو اپنا غلام بنا لینا آسان ہے۔ بڑی سے بڑی سلطنت پر قبضہ کر لینا سہل ہے۔ لیکن کسی قوم کی قوم کا مذہب بدل دینا بہت مشکل ہے۔ مگر مسلمانوں نے جدھر کا رُخ کیا۔ قوموں کو مسحور کرتے چلے گئے۔ وہ کیا چیز تھی۔ جس سے نہ صرف ملک پر بلکہ قلوب پر بھی انہیں اس سرعت سے حکمرانی حاصل ہو گئی۔ وہ مسلمانوں کی عملی حالت تھی۔ انہوں نے اپنے اقوال اور افعال سے ثابت کر دیا۔ کہ جس قوم میں یہ خوبیاں ہوں۔ وہ نہ صرف دنیا میں سربلندی اور غلبہ کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ بلکہ آخرت میں بھی سرخرو اور کامیاب ہونے والی ہے۔

اب بھی مسلمان اگر کامیابی اور ترقی کا مُنہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو اس کی یہی صورت ہے۔ کہ اپنے اعمال اور افعال سے دوسروں کو یقین دلا دیں۔ کہ وہ اپنے اسلاف کے صحیح معنوں میں اخلاف ہیں۔ ہر امر کے متعلق اسلامی نمونہ پیش کریں۔ اور ہر بات میں خواہ وہ رنج و مصیبت کی ہو۔ یا خوشی اور مسرت کی۔ اس شان کا اظہار کریں۔ جو ہر ایک مسلمان کی خصوصیت ہونی چاہیئے۔ اگر یہ بات مسلمانوں میں پیدا ہو جائے۔ تو پہلی شان و شوکت پھر حاصل ہو سکتی ہے۔ اور مسلمان دنیا کی سب سے معزز اور باوقار قوم بن سکتے ہیں *

عیسائیت کے بنیادی مسائل پر اعتراضات

کسی مذہب کے ناقابل عمل ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہوا کرتا ہے۔ کہ اس کے بنیادی اصول اس قدر مضحکہ انگیز ہوں۔ کہ کوئی عقلمند انہیں صحیح تسلیم کرنے کے لئے طیار نہ ہوسکے چنانچہ ان مذاہب میں سے جن کی بنیادیں سخت کھوکھلی ہیں۔ ایک عیسوی مذہب بھی ہے۔ جس کے مسائل اساسی میں سے تثلیث الوہیت مسیح۔ کفارہ۔ مسیح کی صلیبی موت اور ورثہ گناہ۔ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان پر جس قدر وزن دار اعتراضات ہوتے ہیں۔ وہ بجائے خود اس امر کا ثبوت ہیں۔ کہ انہیں جزو ایمان قرار دینا حد درجہ کی مذہبی ناواقفی ہے۔

تثلیث پر اعتراض

عیسائی کہتے ہیں۔ تین خدا ہیں۔ باپ۔ بیٹا اور روح القدس اس مسئلے پر پہلا اعتراض یہ پڑتا ہے۔ کہ اگر باپ بیٹا اور روح القدس تینوں خدا کامل و مکمل ہیں۔ اور ان تینوں میں سے ہر ایک کارخانہ عالم کو بخوبی چلا سکتا ہے۔ تو پھر یہ بالکل بے فائدہ ہے۔ کہ ایک کی بجائے تین خدا اس کام پر لگے ہوئے ہوں۔ جب صرف باپ کافی ہوسکتا ہے۔ یا صرف بیٹا کام چلا سکتا ہے۔ یا صرف روح القدس کافی ہوسکتا ہے۔ تو پھر تین ہستیوں کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اگر یہ مانا جائے۔ کہ ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر کام سنبھال نہیں سکتا۔ بلکہ بیٹے کو باپ کی۔ باپ کو بیٹے کی اور بیٹے کو روح القدس کی ضرورت ہے۔ تو لازم آیا۔ کہ گویا تینوں خدا ناقص ہوئے۔ اور ناقص خدا نہیں ہوسکتا۔ چلو چھٹی ہوئی کوئی بھی خدا نہ رہا۔

دوسرا اعتراض اس مسئلہ پر یہ وارد ہوتا ہے۔ کہ جب دنیا کے تین خدا ہوئے۔ تو کیا ان کی آراء میں کبھی اختلاف ہوا ہے۔ یا نہیں۔ اگر کہو ہوتا ہے۔ تو پھر یہ اختلاف نظام عالم کے درہم برہم ہونے کا موجب اور سلک وحدت کو توڑ دینے کا باعث ہوگا۔ اور اگر نہیں ہوتا۔ تو ضروری ہے۔ کہ کسی نہ کسی کو اپنی رائے ترک کر دینی پڑے۔ کیونکہ اختلاف تبھی نہیں ہوتا جبکہ مختلف صاحب الرائے ہستیاں اپنے اپنے آرا کے اختلاف کو ترک کر کے ایک نقطہ مرکزی پر جمع ہو جائیں۔ پس اگر ان تین خداؤں میں اختلاف نہیں ہوتا۔ تو پھر ضروری ہے۔ کہ ان میں سے کوئی دو تیسرے کی رائے کے ماتحت چلیں۔ اور اس صورت میں وہ فعال لما یرید۔ اور علیٰ کل شیء قدیر نہیں رہ سکتے۔ پس دریں صورت بھی وہ خدا نہ رہے۔ لہٰذا تثلیث باطل ہوگئی۔

تثلیث پر ایک اعتراض یہ بھی وارد ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کو کیونکر پتہ چلا۔ کہ تین خدا ہیں۔ اگر کہیں ان کی مذہبی کتاب کہتی ہے۔ تو یہ بجائے خود مستقل دعویٰ ہے۔ کہ ان کی کتاب الہامی ہے۔ کسی اور کے لئے اس کتاب کی بیان کردہ بات حجت نہیں ہوسکتی۔ یوں عالم پر نظر ڈالنے سے صرف یہی سمجھ میں آتا ہے۔ کہ اس کارخانہ کا ضرور کوئی نہ کوئی خالق و مالک ہونا چاہئے۔ مگر یہ کہ وہ تین خدا ہیں۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ پس ہمارا یہ اعتراض ہے۔ کہ عیسائیوں کو کس طرح پتہ لگا کہ ضرور تین خدا ہیں۔ چار نہیں۔ اور پھر یہ کہ وہ تین خدا کس کس حصہ عالم کے خدا ہیں۔ باپ کس حصے کا مالک ہے۔ بیٹا کس حصے کا اور روح القدس کس حصہ کی۔

الوہیت مسیح پر اعتراض

الوہیت مسیح پر پہلا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے۔ کہ عیسائی جو حضرت مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ تو کیا وہ حقیقی معنوں میں خدا کا بیٹا ہے۔ یا مجازی معنوں میں۔ اگر کہو۔ حقیقی معنوں میں تو گویا اب کی وہ جزء ہوا۔ جس سے اب کا مرکب ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ وہ بسیط مسلم ہے۔ اور اگر کہو۔ کہ وہ مجازی معنوں میں ابن ہے۔ تو اس میں حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی۔ داؤد۔ سلیمان وغیرہم بہت سے مجازی ابن اللہ ہیں۔ پھر انہیں بھی الوہیت میں کیوں شریک نہیں کیا جاتا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ ابن یا جانشین ہمیشہ اس چیز کا ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے موجود رہنے والی نہ ہو۔ بلکہ فانی ہو۔ مثلاً انسان کا بیٹا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس انسان نے اس وقت تک دنیا میں موجود نہیں رہنا۔ جب تک دنیا میں اس کی ضرورت ہے۔ لیکن سورج یا چاند کا کوئی بیٹا نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنی ضرورت تک خود موجود رہینگے۔ اس روشنی میں ہمارا اعتراض یہ ہے۔ کہ خدا کو بیٹے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ کیا خدا ازلی ابدی زندہ اور حی وقیوم نہیں۔ اگر ہے۔ اور ہر احتیاج سے پاک۔ تو اسے بیٹے کی کیا ضرورت؟

کفارے پر پہلا اعتراض یہ ہے۔ کہ اگر رب العالمین نے یسوع مسیح کو بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ کرنا تھا۔ تو آپ کی قربانی ابتدائے آفرینش میں چاہئے تھی۔ تا سب بنی نوع انسان کے لئے یکساں حکم رکھتی۔ یہ کیا۔ کہ ہزارہا برس گذرنے کے بعد درمیان میں گناہگاروں کے لئے نجات دہندہ بنا کر بھیج دیا۔

کفارہ پر ایک یہ بھی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ کیا کفارہ حضرت مسیح کی الوہیت ہوئی۔ یا انسانیت۔ اگر الوہیت۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ کیا خدا بھی مر سکتا ہے۔ اور جو ایک دفعہ مر گیا اس کا آئندہ کیا اعتبار۔ کہ پھر نہیں مریگا۔ اور اگر کہا جائے۔ انسانیت کفارہ ہوئی۔ تو دنیا کے سارے انسانوں کے بدلے صرف ایک انسان کا کفارہ ہونا عقلاً بالکل باطل ہے۔ بھلا ایک انسان ابتدائے آفرینش سے انتہاء دنیا تک کے تمام انسانوں کا کس طرح کفارہ ہوسکتا ہے۔ اور اگر انسانیت ہی کفارہ ہوئی۔ تو پہلے حضرت مسیح کو بروئے انجیل معصوم ثابت کیا جائے۔ پھر انہیں کفارہ کے قابل بنایا جائے۔

ورثہ گناہ پر اعتراض

"ورثہ گناہ" کے متعلق ہمارا اعتراض یہ ہے۔ کہ اگر بچہ میں گناہ یا میلانِ گناہ کا آنا ایک فطرتی امر ہے۔ اور آدم کا اثر اس کی نسل میں ضرور چلتا ہے۔ تو حسب بائبل کی رُو سے حوّا زیادہ گنہگار ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس نے ایک تو خود نافرمانی کی۔ دوسرے آدم علیہ السلام کو شجرہ ممنوعہ کے قریب جانے کی ترغیب دی۔ جیسا کہ پولوس بھی کہتا ہے "پہلے آدم بنایا گیا۔ اس کے بعد حوّا اور آدم نے فریب نہیں کھایا۔ بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی"۔ (۱۔ تمطاؤس $\frac{2}{14}$)

اس سے پتہ چلا۔ زیادہ گنہگار عورت تھی۔ نہ کہ مرد۔ اب اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بوجہ بن باپ ہونے کے آدم کے گناہ کے اثر سے محفوظ ہے۔ تو کم از کم اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ آپ "ابن مریم" تو ضرور تھے۔ پس از روئے بائبل "ابن البنت" ہونے کے لحاظ سے بھی کوئی مسیحی آپ کے گنہگار ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حوّا کے گناہ کا اثر حضرت مریم علیہا السلام تک ضرور ماننا پڑتا ہے۔ پس چونکہ آپ عورت کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جن تک حوّا کے گناہ کا اثر پہنچنا یقینی ہے۔ اس لئے آپ عام انسانوں کی طرح ہی ثابت ہوئے۔ چنانچہ کتب مقدسہ میں بھی لکھا ہے۔ "انسان کون ہے کہ پاک ہوسکے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے۔ کہ صادق ٹھہرے" (ایوب $\frac{15}{14}$) پس معمولی انسانوں کی طرح ایک گنہگار انسان ساری دنیا کی نجات کا کس طرح باعث ہوسکتا ہے؟

صلیبی موت پر اعتراض

مسیح کی صلیبی موت پر ایک بھاری اعتراض یہ واقع ہوتا ہے کہ گناہ ایک لعنت ہے۔ اگر انہوں نے یہ بار اٹھایا۔ تو نتیجہ صاف ہے۔ عیاذاً باللہ آپ کو ملعون ماننا پڑتا ہے۔ اور لعنت خدا سے دوری کا نام ہے۔ کیا عیسائی اس کفارے کی خاطر اپنے نجات دہندہ کا نعوذ باللہ تسلیم کرینگے۔

صلیبی موت کے متعلق ایک یہ اعتراض بھی ہوتا ہے۔ کہ انجیل میں لکھا ہے۔ یسوع نے "منہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی۔ اے میرے باپ اگر ہوسکے۔ تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ متی $\frac{26}{39}$"

پھر یہ بھی لکھا ہے۔ "خدا ترسی کے سبب اس کی سنی گئی"۔ عبرانیوں $\frac{5}{7}$ جب دعا قبول ہوگئی۔ تو پھر بھی صلیب پر مر جانا سخت قابل اعتراض ہے۔

کونسل آف سٹیٹ کے رکن کا انتخاب

مشرقی پنجاب کے حلقۂ انتخاب سے

پنجاب کوآپریٹو یونین کے اجلاس عام کے بعد جو کہ ۱۶ اگست لاہور ٹاؤن ہال میں منعقد ہوا۔ ایک مسلمان صاحب نے اخبار "زمیندار" کا ۱۶ اگست کا پرچہ ہر ایک مسلمان ممبر کو مفت دیا۔ مفت تقسیم کی وجہ دریافت کرنے پر انہوں نے فرمایا۔ اس میں ایک خاص مضمون پڑھنے کے قابل ہے۔ وہاں تو مجھے اس پرچہ کے دیکھنے کی فرصت نہ ملی۔ آج اپنے گاؤں پہنچکر دیکھا۔ تو اس میں ایک مضمون پر بہ عنوان کونسل آف سٹیٹ کے رکن کا انتخاب۔ سُرخ پنسل سے نشان دیا ہوا تھا۔ اس نشان سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پرچہ تقسیم کنندہ کا مطلب اسی مضمون کی طرف مسلمان ممبران کی توجہ دلانی تھی۔ اس مضمون میں ایک گمنام مسلمان کی جانب سے کونسل آف سٹیٹ کے رکن کے انتخاب کے متعلق مشرقی پنجاب کے حلقۂ نیابت سے ضروری التماس کیا ہے۔

مضمون نویس صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ مشرقی پنجاب کے مسلم حلقۂ نیابت سے کونسل اوف سٹیٹ کی رکنیت کے دو امیدوار ہیں۔ ایک تو نواب نثار علی خان صاحب اور دوسرے خان بہادر چوہدری محمد الدین صاحب۔ اس کے بعد یہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ چودھری محمد الدین صاحب نے چند حضرات کے دستخطوں سے اپنے حق میں ایک محضر نامہ شائع کیا ہے۔ لیکن ان حضرات میں سے جن کے محضر نامہ پر دستخط شائع ہوئے ہیں۔ اکثر حضرات یہ فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے اس مضمون کے کسی محضر نامہ پر کبھی دستخط نہیں کئے۔ اور وہ نواب صاحب کو ووٹ دینگے۔

چودھری صاحب موصوف نے جو محضر نامہ شائع کرایا ہے۔ وہ بھی اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس میں ۱۱۳ صاحبان کے نام درج ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر یہ صاحب اپنے اسی مضمون میں ان حضرات کے نام دے دیتے۔ جنہوں نے اس محضر نامہ پر دستخط کرنے سے انکار ظاہر کیا ہے۔ تاکہ اس صداقت کا امتحان ہو جاتا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ نواب صاحب کو ووٹ دینگے۔

اسلامی اصول تو یہ ہے۔ کہ جب تم وعدہ کرلو۔ تو اُس کا ایفاء کرنا تم پر لازم ہے۔ ہر ایک صاحب جس کے محضر نامہ پر دستخط موجود ہیں۔ صاحب ثروت باعزت با اخلاق اور با علم اصحاب ہیں۔ کسی ایک شخص کی بابت بھی گمان نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ وعدہ ایفائی کے سُنہری اصول سے واقف نہ ہونگے۔ اوّل تو ہمیں قوی امید ہے۔ کہ ہر ایک دستخط کنندہ اپنے وعدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہ صرف اپنا ووٹ چودھری صاحب کے حق میں دے گا۔ بلکہ دوسرے ووٹروں کی بابت بھی اپنا اخلاقی فرض سمجھ کر کوشش کرے گا۔ کہ چودہری صاحب کو ہی ووٹ دلائے۔ تاہم چونکہ ہر ایک ووٹر کو کسی شخص کی نسبت اپنی رائے تبدیل کرنے کا اختیار کلی ہے۔ اگر محضر نامہ پر دستخط کرنے والوں میں سے کسی صاحب نے نواب صاحب کو چودھری صاحب پر کسی وجہ سے دستخط کرنے کے بعد ترجیح بھی دی ہو۔ تو یہ ان کا اختیار ہے۔ لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی صاف صاف کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس اختیار کا استعمال اسلامی اصول کے خلاف ہوگا۔

مضمون نویس صاحب نے چوہدری صاحب کو انکے مذہبی عقیدہ اور قومیت کی بناء پر ناموزون امیدوار تصور کیا ہے۔ لیکن غور کی بات یہ ہے۔ کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں میں سے جو بھی امیدوار کھڑا ہوگا۔ لازمی طور پر وہ کسی نہ کسی مذہبی فرقہ اور قوم سے تعلق رکھتا ہوگا۔ اگر چودھری صاحب پر مضمون نویس کا یہ اعتراض ہے۔ کہ وہ احمدیوں سے تعلق رکھنے والے اور جاٹ ہیں۔ تو نواب صاحب بھی مسلمانوں کے ہتّر فرقوں میں سے ایک کے ساتھ ضرور تعلق رکھتے ہونگے۔ اگر وہ شیعہ ہیں۔ تو کیا سنّی احمدی اہلحدیث حضرات کا یہ کہنا واجب ہوگا۔ کہ نواب صاحب چونکہ شیعہ ہیں۔ اس لئے ہم ان کو ووٹ نہ دینگے۔ اسیطرح راجپوت۔ ارائیں آوان۔ گوجر وغیرہ کو بھی اختیار ہے۔ کہ وہ یہ کہدیں۔ کہ ہم کسی قزلباش کو ووٹ نہیں دیتے۔

ناظرین جب تک مسلمانوں میں سے ایک مشترکہ کام کیواسطے مذہبی عقائد اور ذاتوں کی تفریق نہ اُڑائی جائیگی تب تک ہمارا کوئی کام سرانجام نہیں ہوسکتا۔ کاش مسلمان ہمسایہ قوم سے سبق حاصل کریں۔ آریوں نے جونہی کہ ہندو قوم کو بڑھانے کے خیال سے مسلمانوں کو شدھ کرنیکا تہیہ کیا۔ اُسی وقت ہندوؤں کے تمام فرقے جو مسلمانوں سے بھی زیادہ ہیں۔ اور جن میں مذہبی عقائد کی وجہ سے سخت اختلافات ہیں۔ یک تن ہوگئے۔ ہمیں اپنی رائے دیتے وقت یہ ہرگز نہیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ امیدوار مسلمانوں کے کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کس قوم کا ہے۔ ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے۔ کہ وہ امیدوار اس کام کیلئے جس کے لئے وہ کھڑا ہوا ہے قابل ہے یا نہیں

مضمون نویس صاحب نے ان دونوں امیدواروں کا مقابلہ کرتے ہوئے چوہدری صاحب کو بدیں وجہ کونسل اوف سٹیٹ کی ممبری کا نااہل ظاہر کیا ہے۔ کہ گورنمنٹ نے چونکہ ان کو پیرانہ سالی کی وجہ سے ڈپٹی کمشنری کے عہدہ کی پنشن دیدی ہے۔ اور وہ پیرانہ سالی کے سبب اُس جوش اور جذبہ کے سرمایہ دار نہیں ہیں جنکی قومی اغراض کے تحفظ کیلئے بہت ضرورت ہے ناظرین پر یہ امر مخفی نہیں۔ کہ کونسل آف سٹیٹ کے لئے ہمیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے۔ جو زمیندار ہو۔ پنجاب کے زمینداروں کی تکلیف سے بخوبی واقف ہو۔ ہر کہ و مہ سے اُسے ملنے کا موقعہ ملتا رہا ہو۔ قانون سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔ خاندانی ہو۔ با اثر ہو۔ اُس کی تقریر موثر ہو۔ سب سے بڑھکر یہ کہ وہ تجربہ کار ہو۔ اور زمانہ کی اونچ نیچ سے بخوبی واقف ہو ہمیں جناب نواب صاحب کے ساتھ کسی قسم کا کوئی عناد اور بغض نہیں ہے لیکن ہم نے دیکھنا ہے۔ کہ مذکورہ بالا صفات ان دونوں امیدواروں میں سے کس میں زیادہ ہیں۔ مضمون نویس کے ان اپنے الفاظ سے ہی۔ کہ نواب صاحب جوان ہیں۔ اور سالہا سال تک انگلستان کی آزاد آب و ہوا میں تربیت پا چکے ہیں ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نواب صاحب گو جدی بڑے زمیندار ہیں۔ مگر عام زمینداروں سے انکو ملنے کا نہ کبھی موقعہ ہوا۔ اور نہ ہی انکو علم ہے۔ کہ زمینداروں کو کیا کیا تکالیف ہیں۔ اور وہ کسطرح رفع ہوسکتی ہیں۔ ان کا جوان ہونا ہی اس بات کی بیّن دلیل ہے۔ کہ انکو ابھی تو کوئی تجربہ ہے ہی اور نہ ہی زمانہ کے نشیب فراز سے واقف ہیں۔ انگلستان کی آزاد آب ہوا میں تربیت پانا الگ بات ہے۔ مگر ہندوستان کے حالات اور خصوصاً زمینداروں کی تکالیف کا اندازہ کرنیکا تجربہ حاصل کرنا اور بات ہے۔ یہ تجربہ وہی شخص کرسکتا ہے جسکا سالہا سال سے زمینداروں کے ساتھ میل جول رہا ہو۔ ناظرین خود ہی اندازہ کرسکتے ہیں کہ پنجاب کے ایک ڈپٹی کمشنر کو زمینداروں کے ساتھ کسقدر تعلقات رکھنے پڑتے ہیں اور زمینداروں کی ہر حالت سے وہ کیسے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور اس قانون کو جو زمینداروں کیلئے مفید یا مضر ہو ایسے شخص کے مقابلہ میں جسکو کبھی ہندوستانی قانون سے تعلق ہی نہ پڑا ہو کسقدر زیادہ سمجھ سکتے ہیں چودھری صاحب کا ڈپٹی کمشنری کے عہدہ سے بکمال نیکنامی ریٹائر ہونا اور محضر نامہ پر تمام مشرقی پنجاب کے ایک سو تیرہ چیدہ معززین کے دستخط۔ ان کے خاندانی اور با اثر ہونے کی روشن دلیل ہے۔

باقی رہا ان کی پیرانہ سالی کا سوال۔ اگر چودھری صاحب پیرانہ سالی کی وجہ سے جسمانی یا دماغی طور سے واقعی ناقابل ہوتے۔ تو دربار مالیر کوٹلہ کبھی ان کو مشیر مال مقرر نہ کرتا۔ ان کا مالیر کوٹلہ میں مشیر مال کے عہدہ پر کام کرنا ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ جسمانی اور دماغی طاقت بخوبی رکھتے ہیں۔ نواب صاحب کے مقابلہ پر چوہدری صاحب کی جسمانی طاقت اور جوش کا اندازہ صرف ایک اسی امر سے ہوسکتا ہے۔

کہ چودہری صاحب نے مشرقی پنجاب کے تمام اضلاع میں بذات خود پھر کر اور ان حضرات کے پاس پہونچکر جن کے محضر نامہ پر دستخط ہیں۔ ووٹیں حاصل کیں۔ لیکن برعکس اس کے اس محضر نامہ پر دستخط ہونے کے ایک ماہ بعد ہمارے پاس نواب صاحب کا خط پہونچا۔ کہ ووٹ انہیں دیئے جائیں۔ ان تمام امور پر نہایت سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے اول تو ہم نواب صاحب کو یہ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ چودہری صاحب کے حق میں خود ہی دست بردار ہو جائیں۔ تا کسی صاحب کو ووٹ حاصل کرنے کی مزید تکلیف گوارا نہ کرنی پڑے۔ ورنہ وہ لوگ جو ایک دفعہ نہایت اچھی طرح سوچ سمجھکر اور خوب غور وخوض کے بعد چودہری صاحب موصوف کو منتخب کر چکے ہیں۔ اب کسی طرح سے بھی وعدہ خلافی کے اجرام کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ یہ ان اصحاب کا جنہوں نے محضر نامہ پر دستخط کئے ہیں۔ مذہبی۔ ملّی اور اخلاقی فرض ہوگا۔ کہ وہ نہ صرف اپنا اپنا ووٹ ہی چودہری صاحب کو دیں۔ بلکہ ان اشخاص سے بھی ووٹ حاصل کریں۔ جن کے دستخط جلدی کی وجہ سے محضر نامہ پر نہیں لئے جا سکے۔

(خان بہادر چودہری نعمت اللہ خان پریزیڈنٹ مارکواپریٹو یونین ضلع جالندہر)

ریل کے نئے اوقات

یکم ستمبر سے جو نیا ریلوے ٹائم ٹیبل جاری ہو رہا ہے۔ اس میں قادیان بٹالہ ریلوے کے تقریبًا وہی اوقات ہیں۔ جو پہلے تھے۔ صرف رات کی گاڑی بجائے ۱۰-۹ کے ۵۰-۸ پر آجایا کرے گی۔

افسوس کہ ریلوے آفیسروں نے ۱۵-۱۰ بجے چلنے والی گاڑی کا کنیکشن بٹالہ سے ۳۳-۱۰ پر لاہور کی طرف روانہ ہونے والی گاڑی کے ساتھ نہیں۔ حالانکہ بسہولت یہ امر ہو سکتا ہے۔ نیز کئی سالوں سے جو گاڑی گورداسپور پونے دس بجے پہونچ جایا کرتی تھی۔ اور بٹالہ سے عمومًا پونے ۹ بجے چلتی تھی۔ وہ اب ۱/۲ ۹ بجے بٹالہ سے روانہ ہوا کریگی۔ اور یوں نہ صرف قادیان اور اس کے گرد و نواح بلکہ بٹالہ کی تمام لائن کے وہ کثیر التعداد لوگ جو اس گاڑی کے ذریعہ عدالتوں میں وقت پر پہونچ جاتے تھے۔ اب بذریعہ موٹر سفر کرنے پر مجبور ہونگے۔ اور اس ایک معمولی سی فروگذاشت سے خود ریلوے والوں کو بھی کافی نقصان پہونچے گا۔ (اکمل)

جماعت احمدیہ فیروز پور شہر کا نظام

گاندھی جی کے سول نافرمانی کے طوفان نے چونکہ بہت خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ فیروز پور اس فتنہ کے آغاز میں ہی جن تجاویز کو عمل میں لائی۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) احمدی آبادی کو شہر میں چار حلقوں پر تقسیم کر کے احباب جماعت کو انہیں حلقوں میں رہنے کی تاکید کی گئی۔ (۲) احمدی آبادی کے ہر چہار حلقوں کے لئے چار نقیب مقرر کر دیئے۔ جن کا فرض رکھا گیا۔ کہ اپنے حلقوں کی نگرانی کرنا۔ دشمنوں کی خفیہ چالوں سے آگاہی حاصل کرنا۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ رونما ہو جائے۔ تو اس کی اطلاع احباب جماعت کو فورًا دینا۔

(۳) بھائیوں کی پارٹیاں بنائی گئیں۔ تاکہ وہ باہمی محبت اور برادرانہ تعلق بڑھانے کی کوشش کریں۔

(۴) اپنی حفاظت کے لئے لاٹھی ہر وقت اپنے پاس رکھنا ضروری قرار دیا گیا۔

(خاکسار محمد علی نائب سیکرٹری تبلیغ فیروز پور شہر)

بلند پایہ اور جدید تصنیف — بے نظیر تحقیق اور قیمتی تصنیف

رسالہ ہندو راج کے منصوبے

دردمندانِ اسلام حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے سینکڑوں کی تعداد میں منگوائیں اور تقسیم کریں

ہندو مہا سبھا، آریہ سماج اور انڈین نیشنل کانگریس کی مسلم آزار روش سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے اور ان کے پیدا کردہ ہولناک خطروں سے بچانے کیلئے "ہندو راج کے منصوبے" نام کی ایک پُر از معلومات کتاب شایع کی گئی ہے جس میں دلائل اور واقعات کی بنا پر ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ہندوؤں کی نام نہاد جنگ آزادی ہندوستانی راج کیلئے نہیں۔ بلکہ خالص ہندو راج کیلئے ہے۔ اور جن لوگوں کے ہاتھ میں اس تحریک کی باگ ڈور ہے ان کا بیشتر حصہ اس امر کا متمنی ہے۔ کہ انگریزوں اور مسلمانوں کو نیچا دکھا کر یہاں ہندو راج قائم کیا جائے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ ہندو راج کا خیال کوئی نیا نہیں۔ بلکہ گذشتہ دس صدیوں سے یہ لوگ اس کے لئے کوشاں ہیں۔ مختلف ہندو تحریکوں کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد خود ہندوؤں کی ان تحریروں کے حوالوں سے بتایا گیا ہے۔ کہ ہندو راج کے خواہاں مسلمانوں اور عیسائیوں کے متعلق کس قسم کے ارادے رکھتے ہیں۔ اور ہندو راج قائم ہو جانے پر ان سے کس قسم کا سلوک روا رکھیں گے۔ چونکہ اس نازک دور میں ایسی کتابوں کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونی چاہئے۔ اس لئے قیمت بھی بیحد قلیل رکھی گئی ہے۔ یعنی ۲۱۲ صفحہ کی کتاب کی قیمت فی نسخہ ۶؍ ایک روپیہ کے تین۔ ۲۵ نسخوں کی قیمت سات روپے پچاس کی ساڑھے بارہ اور سَو کی قیمت صرف بیس روپے یعنی سَو خریدنے والے والوں کو ۳؍ میں ایک نسخہ پڑیگا۔ جو برائے نام ہے۔ یہ کتاب کیسی ہے۔ اس کے متعلق چند معززین سلسلہ کی رائیں ذیل میں پڑھیئے:-

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ قادیان: "کانگریس کی موجودہ تحریک اور طریق عمل نے مسلمانوں کے لئے جس فضا کو پیدا کرنا چاہا ہے۔ اگر دانش اور تدبیر سے کام نہ لیا گیا۔ تو اندیشہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی حیات ملی پر ہمیشہ کے لئے موت طاری ہو جائے۔ ان میں حقیقی بیداری۔ عاقبت اندیشی اور اخوت اسلامی اور اتحاد فی العمل کی روح پیدا کرنے کی از بس ضرورت ہے۔ اسی مقصد کو مدنظر رکھکر مہاشہ فضل حسین صاحب نے **ایک نہایت ہی قیمتی کتاب لکھی ہے**۔ ایسی کتاب اگر یورپ میں لکھی جاتی۔ تو ایسے نازک موقعہ پر اس کی لاکھوں جلدیں شایع ہو جاتیں۔ مہاشہ جی ایک خاموش کام کرنے والے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے ہزار سال کی سیاست ہندو کا ست نکال کر رکھدیا ہے۔ مسلمانوں کی آنکھیں کھل جائینگی۔ جب وہ اسے پڑھینگے۔ ایسے نازک وقت میں اس کتاب کی تالیف اور اس کی اشاعت مسلمانوں اور ان کی آئندہ نسلوں پر ایک سیاسی احسان ہے۔ مہاشہ جی نے کتاب لکھدی ہے۔ اب مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ اسے کثرت سے پھیلا دیں۔ **کم از کم ایک لاکھ جلدیں اس کی شایع ہونی چاہئیں**۔ میں اس سے زیادہ کچھ لکھ نہیں سکتا۔ کہ ہر مسلمان کو ایک بار اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ مساجد میں باقاعدہ اس کتاب کا درس دیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کو سمجھ آوے۔ کہ ان کے متعلق برادران وطن کے کیا ارادے ہیں۔ ہم اتحاد کے سچے دل سے خواہشمند ہیں۔ اور ہمیشہ اتحادی تحریکوں پر لبیک کہا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو برادران وطن کے ارادوں سے ناواقف رکھنا۔ ملک اور وطن اور قوم کے ساتھ غداری ہے۔"

چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے۔ ناظر اعلیٰ قادیان: "میں نے ملک فضل حسین صاحب کی تازہ تصنیف "ہندو راج کے منصوبے" مختلف مقامات سے مطالعہ کی ہے میری رائے میں یہ کتاب کیا بلحاظ اس کے کہ ایک اشد ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اور کیا بلحاظ اس محنت اور تحقیقات کے جس کے بعد یہ لکھی گئی ہے۔ **نہایت ہی قابل قدر ہے**۔ موجودہ مسلمان نوّے فیصدی ہندی الاصل ہیں۔ اور ان میں سے جو باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ انہوں نے بھی صدیوں سے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا ہوا ہے۔ اور وہ اپنے آبائی بلاد کو قطعی طور پر بھول چکے ہیں۔ اور ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا خاندان ہو جسکا انہی میں سے کسی کے ذریعہ سے نسلاً ہندوستان سے ایسا ہی تعلق نہ ہو۔ جیسا کہ آرین ہندو کا ہو سکتا ہے۔ تاہم ہندو اپنے تعصب اور تنگدلی کی وجہ سے ابھی تمام مسلمانوں کو بالکل اجنبی سمجھتے ہیں۔ اور ابھی تک ان میں سے اکثر اسی خیال خام میں مبتلا ہیں۔ کہ ہندوستان میں ایک خالص ہندو راج قائم کیا جائے جس میں مسلمانوں کا کوئی بھی حصہ نہ ہو۔ یہ خیال جیسا کہ غلط ہے۔ ویسا ہی قومی طور پر خطرناک بھی ہے۔ اس لئے اس عجیب و غریب جذبہ کو پوری طرح سمجھنا ہر بہی خواہ ہندوستان کا کام ہے۔ تاکہ اس خطرناک بیماری کو اچھی طرح سمجھ کر اس کا علاج کیا جا سکے۔ لیکن مسلمانوں کیلئے جو اس ملک میں صرف ایک اقلیت ہیں۔ بلکہ دولت۔ ثروت۔ تعلیم تجارت وغیرہ سب میں ہندوؤں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس پر غور کرکے خود حفاظتی کے لئے بھی ضروری ہے۔ ملک فضل حسین صاحب کا ہمیں ممنون ہونا چاہیئے۔ جنہوں نے اس خفیہ راز کو طشت از بام کر دیا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو ایک عظیم الشان دھوکہ سے بچایا جا سکے۔ جس میں کہ آج کل انڈین نیشنل کانگریس کے نام پر پھنسایا جا رہا ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ اس کتاب کی کثرت سے اشاعت کریں۔ تاکہ مسلمان آنے والے خطرات سے محفوظ رہ سکیں۔"

سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ممبر نظارت تالیف و تصنیف قادیان: "ہندوؤں کے سوراج نصب العین اور ان کے لئے ان کی تگ و دو اور منصوبے بازیوں اور اجنبی اقوام خصوصاً گروہ مسلمانوں کے متعلق ان کی خطرناک نیتوں اور تدبیروں کے مخفی اور ان کی سربمہر حقیقت واکرنے میں مہاشہ فضل حسین صاحب نے جس محنت و قابلیت سے خود ہندوؤں کے اپنے لٹریچر سے معلومات کا ایک قیمتی ذخیرہ مرتب کرکے پبلک کے سامنے رکھا ہے۔ وہ ایک پڑھنے والے کیلئے سنسنی خیز انکشاف ہے کتاب کا مسودہ پڑھکر مہاشہ صاحب محترم کی محنت کی قدر دانی اور ان کا شکریہ میں سوائے اس کے اور کسی بات میں نہیں دیکھتا کہ ہر مسلمان اس کو پڑھے۔ اور سنے۔ اور دیکھے کہ اس کا ماحول اس کو تباہ کرنے کیلئے کس قدر ہولناک اور گھبرا دینے والی تیاریاں کر رہا ہے۔ مہاشہ صاحب نے یہ جو ایک قابل قدر خدمت عالم اسلامی کے سامنے پیش کی ہے اس کے متعلق غیر معمولی محنت کا برداشت کرنا یقیناً وسیع معلومات اور ایک مخلصانہ روح کی انتہائی بیقراری کا نتیجہ ہے۔"

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ: "آجکل کانگریس کی سیاسی جد و جہد میں گو مسلمان من حیث الجماعت شریک نہیں۔ مگر ایک حصہ مسلمانوں کا ہندوؤں پر حسن ظنی کرتے ہوئے سوراج نا فرمانی وغیرہ تحریکات میں ضرور حصہ لے رہا ہے۔ ایسے بھولے بھالے مسلمانوں کو درست راہ پر لانے کیلئے کرمی اخویم ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر نے ایک رسالہ نہایت محنت اور ہزاروں صفحوں کی ورق گردانی سے مرتب کیا ہے جس میں ایک اور ایک دو کی طرح ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہندوؤں کی تمام سیاسی تحریکات کا مقصد ہندوستان میں خالص ہندو سلطنت قائم کرکے دوسری اقوام مسلمان وغیرہ کو یا ہندوؤں میں ملا کر ہندو کر لینا ہے۔ یا خارج از ملک کر دینا ہے۔ اور اسی کیلئے ہندو آج سے نہیں بلکہ سینکڑوں سال سے کوشاں ہیں۔ قابل مصنف نے نہایت عمدگی سے اپنے مدعا کو ثابت کیا ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ جو مسلمان اس رسالہ کو سرسری نظر سے بھی دیکھیگا یقیناً اگر وہ دیدہ بینا رکھتا ہے تو اس کی آنکھیں کھل جائینگی۔ اور ضرور ہندوؤں کی موجودہ جد و جہد میں شریک ہونے سے دستکش ہو جائیگا۔ قابل مصنف کی محنت طرز استدلال اور عمدگی عبارت قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مقبول کرے۔"

فرمائشیں آنے کا پتہ:- بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان

ہندوستان اور دیگر ممالک کی خبریں

—— سر الیگزنڈر رسو ممبر خزانہ گورنمنٹ پنجاب کا استعفا بوجہ علالت ملک معظم نے منظور کر لیا ہے ۔ ان کی جگہ سر ہنری کریک کا تقرر ہوا ہے ۔

—— ڈھاکہ کے گذشتہ فسادات میں جن کے متعلق ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف بہت شور برپا کر رکھا ہے سرکاری بیان کے مطابق چھ ہندو اور آٹھ مسلمان ہلاک ہوئے مگر گرفتاریاں مسلمانوں کی زیادہ ہوئیں ۔ چنانچہ ۲۸۶ گرفتار ہونے والوں میں صرف ۱۰۳ ہندو اور باقی سب مسلمان ہیں ۔ گویا نقصان بھی مسلمانوں کا زیادہ ہوا ۔ اور گرفتار بھی زیادہ وہی ہوئے ۔

—— ۱۸ ؍ اگست کراچی کے بڑے ڈاک خانہ میں ڈاک کے سات تھیلوں سے رجسٹریاں اور روپیہ چرائے گئے ۔ بظاہر کسی نقصان کی کوئی علامت نظر نہیں آتی تھی ۔ تھیلے جوں کے توں بند تھے ۔

—— کلکتہ ۱۸ ؍ اگست ۔ بلدیہ کلکتہ کے اجلاس میں مسٹر سبھاش چندر بوس کو ایلڈرمین منتخب کیا گیا ۔ اور مسلمان امیدوار کو ناکام رہنا پڑا ۔

—— امرتسر کے ایک کانگریسی نے عدالت میں معافی نامہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے ۔ میرا لیکچر کرنے سے قبل کانگریسیوں نے مجھے میٹھی شراب پلائی تھی ۔ اس لئے مجھے یاد نہیں ۔ کہ میں نے اپنے لیکچر میں کیا کہا ۔

—— حکومت ہند نے ولایتی اخبارات کے اس بیان کی تردید کی ہے ۔ کہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ آفریدیوں پر ایک دن میں ۷ ہزار بم گرائے گئے ۔ اس تمام جدوجہد میں کل ۷ ہزار بم گرائے گئے ہونگے ۔

—— بوگرہ (بنگال) ۱۸ ؍ اگست ۔ ایک کانگریسی ہجوم نے پولیس پر اینٹ پتھر پھینکے ۔ پولیس نے ہجوم کو مجمع خلاف قانون قرار دے کر لاٹھیوں سے منتشر کر دیا ۔

—— صوبہ بنگال میں سول نافرمانی کی تحریک کے شروع ہونے سے لیکر اب تک ایک ہزار دو سو پینسٹھ بندوقیں مقامی حکام کے احکام کے مطابق ضبط کی گئیں ۔

—— شملہ ۱۸ ؍ اگست ۔ اسمبلی کے نئے انتخاب کی ایک سو چار منتخب نشستوں میں سے ۱۴ ان ارکان سے پُر ہو گئی ہیں ۔ جو بلا مقابلہ منتخب ہوئے ۔

—— ۱۸ ؍ اگست کی شب کو امرتسر میں پولیس نے ایک مجمع کو لاٹھیوں سے منتشر کیا ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ پولیس کے جتھے لوگوں کے تعاقب میں مختلف بازاروں میں دوڑائے گئے ۔ بعض لوگوں کا اندازہ ہے ۔ کہ سات سو اشخاص زخمی ہوئے ۔ بعض ایک ہزار سے زیادہ کا اندازہ لگاتے ہیں ۔ اس وجہ سے ۱۹ ؍ اگست شہر میں مکمل ہڑتال کی گئی ۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے مجروحین سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے تحقیقات کرنے کا وعدہ کیا ۔ خبر ہے ۔ کہ گورنر صاحب اس واقعہ کی وجہ سے امرتسر آرہے ہیں ۔

—— ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب سکرٹری مسلم لیگ پنجاب جنوب مشرقی قصباتی مسلم حلقہ کی طرف سے پنجاب کونسل کی رکنیت کے امیدوار کھڑے ہوئے ہیں ۔

—— ڈاکٹر سپرو اور مسٹر جیکار نے جس صلح کے لئے کوشش کی ۔ اس کے متعلق اگرچہ قطعی مایوسی نہیں ہوئی ۔ تاہم بڑی حد تک ناکامی خیال کی جاتی ہے ۔ اس کے نتیجہ میں تعویق کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے ۔ کہ ابھی گول میز کانفرنس کے نمائندوں کا تقرر نہیں ہوا ۔

—— قونصل افغانستان متعینہ ہند نے ایک اعلان کے ذریعہ بتایا ہے ۔ کہ عبد الرحمن خان سابق صدر بلدیہ کابل کو غداری وطن کا مجرم ثابت ہونے پر موت کی سزا دی گئی ہے ۔

—— یورپین ایسوسی ایشن کلکتہ نے گورنمنٹ ہند کو نہایت شر انگیز مشورے دیئے ہیں ۔ چنانچہ کہا ہے ۔ سیاسی ترقی کے متعلق تمام تدابیر ملتوی کر دی جائیں ۔ اور ۱۹۱۹ء میں جو اصلاحات دی گئی تھیں ۔ وہ واپس لے لی جائیں حکومت کے لئے اس سے بڑھکر تباہ کن مشورہ اور کیا ہو سکتا ہے ۔ اس کے مقابلہ میں مسٹر نینر براکوے رکن پارلیمنٹ نے جو ہندوستان کی نازک صورت حالات کے نام سے ایک کتاب لکھ رہے ہیں ۔ پُر زور طریق سے بیان کیا ہے ۔ کہ کامل حکومت خود اختیاری ہندوستان کا حق ہے ۔ اور کہا ہے ۔ کہ یہ حق فوراً دے دینا چاہیئے ۔

—— لندن ۱۹ ؍ اگست ۔ جنگ عظیم سے قبل جس قدر چاول انگلستان میں صرف ہوتا ۔ وہ تمام برطانوی ہند سے آتا تھا ۔ لیکن اب صرف ½ آتا ہے ۔ اخبار "مارننگ پوسٹ" تجویز کرتا ہے ۔ کہ آئندہ ہندوستان کا چاول انگلستان میں صرف کیا جائے ۔ اور باہر کے بنے ہوئے چاول پر محصول زیادہ کر دیا جائے ۔

—— لندن ۱۶ ؍ اگست ۔ یونیورسٹی آف انڈیا کے پروفیسر اناٹومی چین اس لئے جا رہے ہیں ۔ کہ وہاں ایک غار سے معدوم شدہ نسل کے انسانوں کی جو ہڈیاں ملی ہیں ان کا معائنہ کریں ۔ اندازہ لگایا جا رہا ہے ۔ کہ یہ ہڈیاں دس لاکھ برس پہلے کی ہیں ۔ اور توقع کی جا رہی ہے ۔ کہ ان سے موجودہ انسان اور لنگور کی وہ درمیانی کڑی دستیاب ہو جائیگی جس نے اب تک سائنس دانوں کو حیران کر رکھا ہے ۔

—— بالفاظ "الجمعیۃ" مسلسل و متواتر تقاضوں کے بعد "مراد آباد کی جمعیۃ العلماء کے ڈکٹیٹر حکیم پور گئے تھے ۔ کہ وہاں انہیں گرفتار کر لیا گیا ۔ جمعیۃ العلماء کے ارکان میں سے کسی اور کو اس قسم کی بے احتیاطی نہیں کرنی چاہیئے ۔

—— مقدمہ سازش لاہور کے سابق ملزم ماسٹر آگیارام کو جسے سپیشل ٹریبونل نے رہا کر دیا تھا ۔ دوبارہ گرفتار کر لیا گیا ہے ۔ گرفتاری کی وجہ ابھی معلوم نہیں ہو سکی ۔

—— لدھیانہ کے سشن جج کو جنم اشٹمی کے دن ٹھاکر دوارہ تو ہریاں میں ماتھا ٹیکنے لگے ۔ تو بھارت سبھا کے والنٹیروں نے غیر ملکی کپڑے پہننے کی وجہ سے روک دیا ۔ مگر ان کے اصرار پر اندر جانے کی اجازت دے دی ۔ اسی طرح ڈپٹی کمشنر صاحب لالہ بھمبور رام صاحب کی اہلیہ صاحبہ کو روکا گیا ۔ وہ واپس جا کر کھدر کا لباس پہن کر آئیں ۔ اور مندر میں داخل ہو گئیں ۔

—— نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے ۔ کہ لائل پور بم پھٹنے کے حادثہ میں ایک مخلص احمدی کے بھائی چوہدری صفدر علی صاحب سب انسپکٹر جو زخمی ہوئے تھے میو ہسپتال لاہور میں فوت ہو گئے ۔ گورنر پنجاب نے ان کے رشتہ داروں سے بذریعہ تار اظہار ہمدردی کیا ۔

—— مقدمہ سازش لاہور کا ایک سلطانی گواہ بر بہت اپنے بیان سے منحرف ہو گیا ۔ جسے پولیس کی حراست سے نکال کر جیل میں بھیجدیا گیا ۔

—— شملہ ۲۰ ؍ اگست ۔ تمام ضلع پشاور مخالف قبائل کے اشخاص سے صاف ہو گیا ہے ۔ اطاعت کی شرائط طے کرنے کے لئے مسوزئی جرگہ تیار ہو گیا ہے ۔

—— پشاور ۲۰ ؍ اگست ۔ تازہ خبر ہے ۔ کہ حاجی ترنگزئی کو کچھ کامیابی ہو رہی ہے ۔ اس نے مہمندوں کا ایک لشکر جمع کر لیا ہے ۔ اس کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے ۔ کہ پشاور پر حملہ کرنا چاہتا ہے ۔

—— پشاور ۱۹ ؍ اگست ۔ پشاور شہر میں صبح کے وقت ایک دیسی ساخت کا بم پھٹا ۔ لیکن اس سے چنداں نقصان نہیں ہوا ۔

—— نارتھ ویسٹرن ریلوے نے اعلان کیا ہے ۔ کہ یکم ستمبر سے تین سو میل سے زیادہ سفر کرنے والے درمیانے درجہ کے مسافروں کیلئے تین سو میل سے زائد فاصلہ کا کرایہ ساڑھے چار پائی فی میل کی بجائے تین پائی فی میل کر دیا گیا ہے ۔ اس قسم کی رعایت تیسرے درجہ کے مسافروں کے لئے بھی ضروری ہے ۔

ٹورنٹو ۱۹ ؍ اگست ۔ سر جے [illegible] نے ایک تقریر میں جو آلہ نشر صوت کے ذریعہ تمام ملک میں پھیلایا گیا ۔ بیان کیا کہ اگر ہندوستان کا مسئلہ دانشمندانہ طریق پر حل نہ کیا گیا ۔ تو تمام دنیا پر اس کا تباہ کن اثر پڑیگا ۔ [illegible] ایسوسی ایشن کلکتہ کو یہ بات نوٹ کر لینی چاہیئے ۔

[illegible] پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا